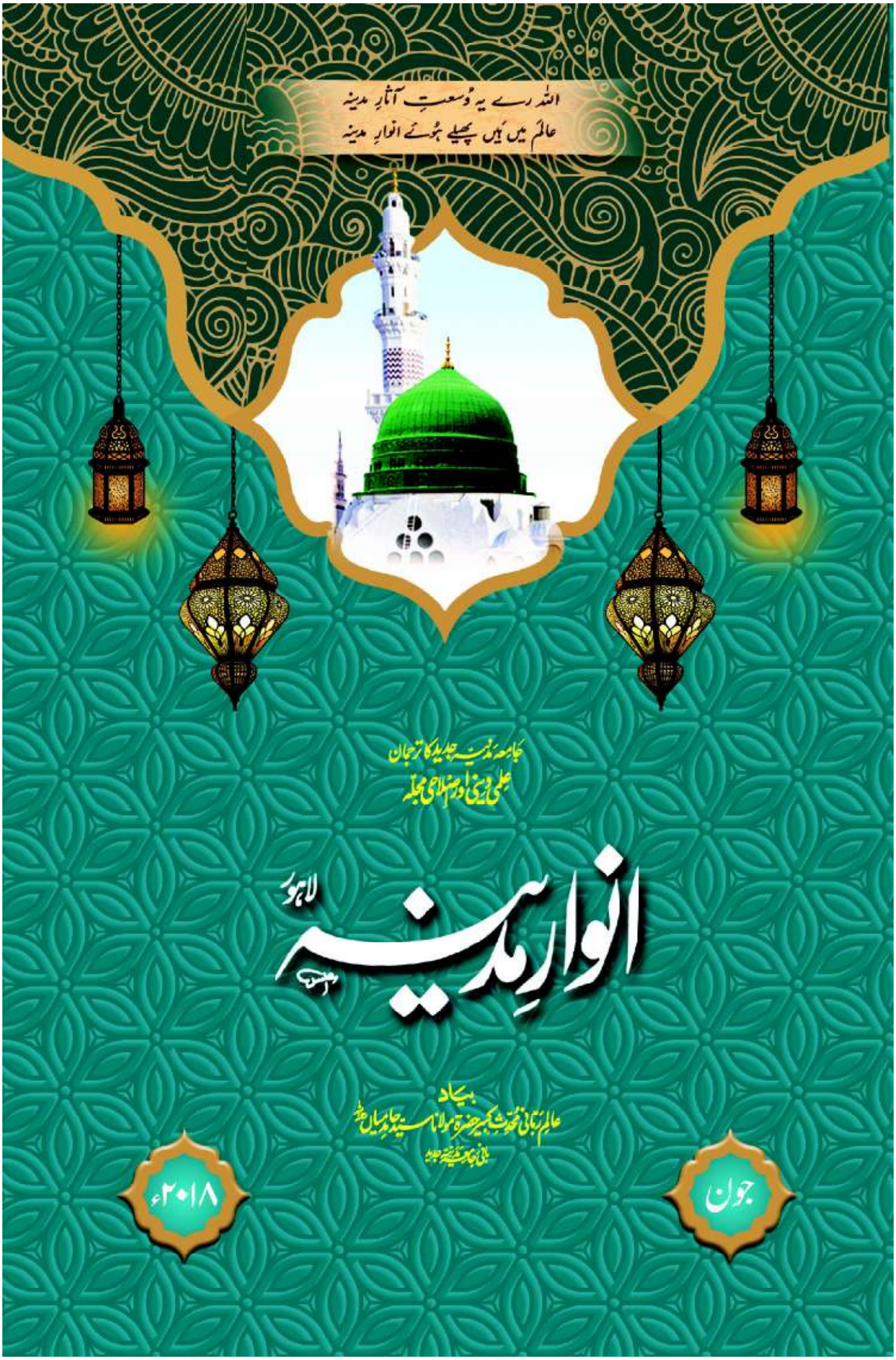

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالِم ربّانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں
بانی جامعہ مدنیہ جدید
جون
۲۰۱۸ء

ماہنامہ انوارِ مدینہ

شمارہ : ٦	رمضان/شوال ۱۴۳۹ھ / جون ۲۰۱۸ء	جلد : ٢٦

سیّد محمود میاں مُدیر اعلیٰ	سیّد مسعود میاں نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
دینِ کامل	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۷
بیعت کی شرعی حیثیت	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ	۲۴
رمضان المبارک کے عشرۂ اَخیرہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۳۴
نتائج سالانہ امتحان دورہ حدیث شریف		۴۲
فضائلِ مسجد	حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری	۴۶
توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۴۷
ترکی کے اہم تعلیمی وفد کی جامعہ مدنیہ جدید آمد		۵۴
وفیات		۶۲

مخیّر حضرات سے اپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

مدیرِ محترم حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم کی مصروفیات کی بنا پر اِس ماہ کا اداریہ
حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے۔ (ادارہ)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

پاکستان کی شمال مغربی سرحدی سمت افغانستان سے ملحق بارڈر ڈیونڈر لائن پر

(۱) جنوبی وزیرستان (۲) شمالی وزیرستان (۳) کرم (۴) خیبر (۵) مہمند (۶) باجوڑ (۷) اور کرزئی سات ایجنسیوں پر مشتمل علاقہ جات ایسے ہیں جہاں قبائلی نظام رائج رہا ہے، اِن سات علاقوں پر مشتمل علاقہ کو فاٹا (FEDERALLY ADMINISTERED TRIBAL AREAS) یعنی ''وفاقی منتظم شدہ قبائلی علاقہ'' کہا جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے وقت پاکستان سے ملحق ہونے والے علاقوں میں

(۱) چند علاقہ ایسے تھے جو پہلے سے براہِ راست برطانوی دورِ اقتدار میں بھی اور اُس سے پہلے حکومتِ ہند اور برٹش راج کے ذریعہ کنٹرول کیے جاتے تھے۔

(۲) کچھ علاقہ ایسے تھے جن پر پہلے ہی خود مختار مقامی ریاستیں قائم تھیں۔

(۳) بعض علاقوں کی حیثیت یہ تھی کہ وہ ہر قسم کے بیرونی اقتدار سے ماورا مقامی روایات کے مطابق چل رہے تھے جبکہ فاٹا کا موجودہ علاقہ ایسا خطہ تھا جس پر کسی بھی دور میں علاقہ سے باہر کی کسی اتھارٹی کی حاکمیت نہیں رہی تھی۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد ملک کی قیادت نے ان تمام علاقوں کے باسیوں کے ساتھ معاہدات کی صورت میں ان کے تشخص اور نظام کو نہ چھیڑنے کے وعدے کیے تھے، مملکتِ پاکستان کا جغرافیائی حصہ ہوتے ہوئے بھی ان کے مقامی طرزِ حکومت اور نظمِ اجتماعی کو برقرار رکھنے کے عہد و پیمان باندھے گئے تھے لیکن بدقسمتی کہیے کہ بانئ پاکستان اور قیامِ ملک کے وقت کی قومی قیادت کے ان عہد و پیمان کا پاس زیادہ عرصہ نہیں رکھا گیا اور بعد میں آنے والی نابالغ شاہانہ مزاج بیوروکریٹک قیادت ان نزاکتوں اور ضرورتوں کا اِدراک نہ کر پائی جس کی وجہ سے پاکستان کے ساتھ بخوشی و رضا الحاق کرنے والی ریاستوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ ان کو یرغمال بنا کر اُن سے اُن کی اُس حیثیت کو چھینا جا رہا ہے جس کے تحفظ کی شرط پر ہی وہ پاکستان کے ساتھ الحاق پر تیار ہوئے تھے، ان اقدامات کے پیچھے اصل بنیاد نوزائیدہ مملکت کی سول و عسکری بیوروکریسی کا وہ مشینی ذہن تھا جس کے ذریعہ سوچ کر وہ عجلت بازی پر مبنی پالیسیاں بناتے رہے اور ان پالیسیوں سے پیدا ہونے والے مسائل کی وجہ سے ملک بلا وجہ عشروں تک عدمِ استحکام اور ان سے پیدا شدہ پریشانیوں کی بنیادیں تلاش کرنے میں ہی مصروف رہا۔

کچھ عرصہ پہلے بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی جن ریاستوں کے تاریخی تشخص کو بلڈوز کر کے انہیں متعلقہ صوبہ کی انتظامی وحدت کا حصہ بنایا گیا اور انہیں ''پاٹا'' عنوان سے ایسا علاقہ قرار دیا گیا کہ اب انہیں انتظامی لحاظ سے باقاعدہ صوبہ کے زیرکنٹرول علاقہ اور صوبہ کا باقاعدہ حصہ سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آئینی لحاظ سے انہیں قبائلی علاقوں کا ٹائٹل بھی دیا گیا، مذکورہ علاقے آج تک اس دوغلی حیثیت کا فیصلہ نہیں کر پا رہے کہ آخر اس ملک میں ان کی حیثیت ہے کیا ؟ کیا وہ ایک آزاد قبائل حیثیت کے مالک ہیں یا پھر کسی صوبے کا باقاعدہ حصہ بن کر دوسرے سیٹل ایریاز جیسی حیثیت رکھتے ہیں ؟

شاہی ریاستوں کی تنسیخ ، پاٹا کے قیام اور پھر پورے ملک سے مختلف نظام کچھ مخصوص علاقوں کے لیے نافذ کرنے کے اقدامات کے بعد اب یہ ناکام تجربہ ایک بار پھر فاٹا کے حوالہ سے دوہرانے کی کوشش کی گئی ہے اگر مختلف علاقہ جات کی تاریخی حیثیت کو خواہ مخواہ تبدیل کرنے کی سابقہ عاقبت نا اندیش

پالیسی نے کہیں بھی کوئی مثبت نتیجہ دیا ہوتا تو پھر بے شک فاٹا کے حوالہ سے بھی اس پالیسی کے فوائد وثمرات کا دعوی ممکن ہوتا لیکن لگتا یہی ہے کہ یہ اِرادہ صرف مریض کوتختۂ مشق بنانے کا ہے نہ کہ اُس کے مسائل کی تشخیص کا اور پھر اُس کے علاج کا۔

۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ء میں افغانستان پر امریکی حملہ کے بعد سے فاٹا وغیرہ قبائلی علاقوں میں تشدد وقتل و غارت گری اور ڈرون حملوں کی وجہ سے ایک ردِعمل کا ماحول چلا آرہا ہے، ان حالات میں محبِّ وطن دینی حلقے یہ کوشش کرتے رہے کہ یہاں کسی بھی طرح سے امن قائم ہو، انسانی خون کی اِرزانی کا خاتمہ ہو، معمول کی سماجی، اقتصادی اور سیاسی سرگرمیاں بحال ہوں شومیٔ قسمت کہ ایسا نہیں ہو سکا۔

ردِعمل کا شکار ناراض قبائل کو راضی کرنے کے لیے کئی بار مذاکراتی عمل شروع کیا گیا :

پہلی مرتبہ ۲۸ر فروری ۲۰۱۳ء کو جمعیۃ علماءِ اسلام کی کاوشوں سے قبائل میں قیامِ امن کے لیے آل پارٹیز کانفرنس کے توسط سے پاکستان کی قومی قیادت کو یکجا بیٹھنے کا موقع ملا تھا، ۲۰۱۳ء کی آل پارٹیز کانفرنس اور قومی قیادت کی موجودگی کا موقع ایسا تھا کہ جب عام انتخابات کا مرحلہ قریب تر تھا چنانچہ اس میں شرکت کرنے کے لیے سب ہی سیاسی جماعتیں بڑی دلچسپی سے قبائلی علاقہ جات کے مسائل سمجھنے کے لیے پہنچیں اور ان کے قائدین نے بڑے انہماک سے کارروائی میں حصہ لیا، میاں محمد نواز شریف، مخدوم امین فہیم، چودھری شجاعت حسین، سیّد منور حسن، آفتاب شرپاؤ، ڈاکٹر فاروق ستار، محمود خان اچکزئی، میر حاصل بزنجو اپنی اپنی اہم مصروفیات ترک کر کے ۲۰۱۳ء کی اے پی سی میں بیٹھے، میاں محمد نواز شریف اور چودھری شجاعت کی تقاریر خاصی پُرعزم اور حوصلہ افزا تھیں، اُمید ہوئی تھی کہ اِن حضرات میں سے جو بھی برسرِ اقتدار آئے گا قبائل کسی اور آپریشن سے محفوظ رہ سکیں گے۔

شومیٔ قسمت کہ میاں نواز شریف کے تیسری بار وزیر اعظم بننے کے بعد قبائل کے اہم ترین حصے شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن شروع ہو گیا حالانکہ آل پارٹیز کانفرنس میں شریک قومی قیادت (بشمول میاں نواز شریف) نے ۲۸ر فروری ۲۰۱۳ء کو مشترکہ اِعلامیہ میں طے کیا تھا کہ ''قیامِ امن بذریعہ مذاکرات'' دوسری بدقسمتی اور خودغرضی یہ ہوئی کہ اُس وقت قریب ترین کوئی انتخابی عمل چونکہ

نظر نہیں آر ہا تھا چنانچہ ان حضرات نے مسائل زدہ قبائلی عوام کو فراموش کر دیا۔

دوسری مرتبہ ۲۲/ نومبر ۲۰۱۴ء کو جناح کنونشن سنٹر اسلام آباد میں ''گرینڈ قبائلی جرگہ'' کے عنوان سے سات قبائلی ایجنسیوں ایف آر کے رہائشی قبائل کے عمائدین جمع ہوئے ،تیس چھوٹے بڑے قبائل اور اقوام کے عمائدین تشریف لائے ،علاوہ ازیں اقلیتی قبائل کی نمائندگی بھی موجود تھی، ان علاقہ جات سے تعلق رکھنے والے ہر طبقہ کے نمائندگان آئے، وکلاء، تاجر برادری، میڈیا ورکر، سماجی اور سیاسی قائدین بلاتفریق مذہب و فرقہ شریک ہوئے، ان کے علاوہ ملک کی متعدد اہم سیاسی جماعتوں کے نمائندگان اپنے قائدین کی قیادت میں شریک ہوئے، دونشستوں پر مشتمل چھ گھنٹے سے زائد جاری رہنے والے گرینڈ قبائلی جرگہ میں مختلف الخیال کردار اور حیثیت کے عمائدین نے نونکاتی مشترکہ اعلامیہ تیار کیا اور اپنے دستخطوں سے جاری کیا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اِن مذاکرات پر عمل کیا جاتا لیکن یہ مذاکرات بوجوہ ناکام رہے تاآنکہ ۲۰۱۶/ ۲۰۱۵ء میں ''آپریشن ضربِ عضب'' کے نام سے ان حضرات کو کچلنے کی کوششیں شروع کر دی گئیں، جو حضرات مذاکرات کے ذریعہ امن کے لیے کوشاں تھے اُنہوں نے بھی اس آپریشن کی مخالفت نہیں کی کیونکہ زمینی حقائق اور ایسے شواہد موجود تھے کہ مقامی ناراض قبائل کو استعمال کر کے بعض عناصر ہمارے قبائلی علاقوں میں امریکہ وغیرہ کی حکمتِ عملی کو آگے بڑھا رہے تھے۔

گزشتہ سات آٹھ ماہ سے قبائلی علاقوں میں امن کی صورتِ حال بہت حد تک بہتر ہو چکی تھی، آپریشن ضربِ عضب کے دوران نقل مکانی کرنے والوں کی واپسی اور بحالی کا مرحلہ طے ہو رہا تھا کہ نامعلوم وجوہات کی بناپر ''فاٹا'' کو خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کا سلسلہ چھیڑ دیا گیا، جمعیۃ علماءِ اسلام کا مؤقف اس بارہ میں واضح رہا کہ پاکستان کے آئین میں چار صوبوں کے ساتھ فاٹا کا الگ ذکر ہوا ہے یہ آئین کے بنیادی ڈھانچہ کا حصہ ہے، اس میں ترمیم کا حق ہماری قومی اسمبلی کو ہے مگر یہ حق فاٹا کے عوام کی مرضی کے بغیر استعمال نہ کیا جائے، پہلے فاٹا کے عوام کی رائے لی جائے، ہم انضمام کے خلاف نہیں ہیں بلکہ فاٹا کے عوام سے استصوابِ رائے کے حامی ہیں کہ فاٹا کے عوام سے پوچھا جائے کہ

وہ کیا چاہتے ہیں ؟ الگ خودمختار صوبہ یا پاکستان کے صوبہ میں انضمام یا بالکل انضمام نہ ہو ؟ یہ تینوں آراء اپنی اپنی جگہ تو قابلِ احترام ہیں لیکن اُس وقت تک کامل اور مکمل نہیں ہیں جب تک کہ فاٹا کے عوام کی تائید کسی ایک رائے کو حاصل نہ ہوجائے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ فاٹا کے عوام کو ''حقِ خود اِرادیت'' دیا جائے جو مؤقف ہمارا مقبوضہ کشمیر کے بارہ میں ہے وہی انداز یہاں بھی اپنایا جائے یہاں کی عوام اپنی مرضی سے جو فیصلہ کرے اُسے قبول کیا جائے نا کہ اُن پر اپنی مرضی اور اپنا فیصلہ ٹھونسا جائے، ایسا کرنے سے مقبوضہ کشمیر کے بارہ میں بھی ہمارے موقف کو مضبوطی ملے گی۔

عوام کے حقِ خود اِرادیت کے احترام کی تازہ مثالیں بین الاقوامی طور پر موجود بھی ہیں مثلاً

(۱) اسکارٹ لینڈ میں یہ بات اُبھری کہ اسکارٹ لینڈ برطانیہ کا حصہ ہو یا نہ ہو ؟ تو اسکارٹ لینڈ کے لوگوں سے ۱۸ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو بذریعہ ریفرنڈم پوچھا گیا، عوام نے کہا کہ ہم برطانیہ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو یہ بات قبول کر لی گئی۔

(۲) اسی طرح ۲۳ر جون ۲۰۱۶ء کو بذریعہ ریفرنڈم برطانوی عوام سے پوچھا گیا کہ آپ یورپی یونین کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا نہیں ؟ عوام نے کہا کہ ہم یورپی یونین کا حصہ نہیں رہنا چاہتے تو وہ الگ ہوگئے۔

(۳) ابھی حال ہی میں ترکی میں پارلیمانی سسٹم سے صدارتی سسٹم میں جانے کا مسئلہ ہوا تو محترم طیب اُردگان صاحب نے ۱۶ر اپریل ۲۰۱۷ء کو بذریعہ ریفرنڈم قوم سے پوچھا، تو اکثریت نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں، تو وہاں نظام بدل گیا۔

کشمیر کے بارہ میں بھی ہمارا مؤقف یہی ہے کہ عوام سے پوچھو وہ کیا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ؟ لیکن قبائل سے ان کے حقوق کے بارہ میں پوچھنے کو ہم نے عار کا مسئلہ بنا دیا ہے، قوم کو نظر انداز کر دیا ہے، ہمارا موقف یہ ہے کہ جو بھی تجاویز ہیں وہ سٹیٹس اور دائرہ قانون کے مطابق ہوں تو ہم کہہ سکیں گے کہ ہمیں مینڈیٹ حاصل ہے اور اگر سٹیٹس سے باہر ہیں تو پھر عوام سے پوچھا جائے اور اس پر عمل درآمد کیا جائے۔

۲۴؍مئی ۲۰۱۸ء بروز جمعرات قومی اسمبلی کے سپیکر جناب سردار ایاز صادق کی زیر صدارت قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں وفاقی وزیر قانون وانصاف محترم بشیر ورک نے قبائلی علاقہ ''فاٹا'' کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام سے متعلق اکتیسویں آئینی ترمیم کا بل پیش کیا ،حکومت کی اتحادی جماعت جمعیت علماء اسلام (ف) پختونخوا ملی پارٹی کے اراکین اور تحریکِ انصاف کے رکن قومی اسمبلی داوَر کُنڈی نے اس بل کی مخالفت کی ،مولانا فضل الرحمن صاحب امیر جمعیت علماء اسلام (ف) عمرہ کی ادائیگی کے سلسلہ کی وجہ سے اسمبلی میں موجود نہیں تھے جبکہ تحریکِ انصاف کے سربراہ جناب عمران خان صاحب دو سال بعد ایسی پارلیمنٹ میں تشریف لائے جس پر وہ لعنت بھیج چکے تھے اور اس سے قبل کے اجلاسات میں غیر حاضر رہتے تھے، مسلم لیگ (ن) اور تحریکِ انصاف کے اراکین ویسے تو باہم دست وگریبان ہیں، ایک دوسرے کے خلاف نازیبا الفاظ بھی استعمال کرنے سے نہیں چوکتے لیکن فاٹا کے معاملہ میں یک جان نظر آتے ہیں غور کا مقام ہے ؟ ایسے میں جمعیت علماءِ اسلام کے مؤقف کہ ''فاٹا کے معاملہ میں بیرونی ہاتھ ملوث ہے'' کی سچائی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

قومی اسمبلی سے اس بل کو درکار ۲۲۸ کے مقابلے میں ۲۲۹ ووٹ ملے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دو تہائی اکثریت ۲۲۸ ووٹوں پر ہے، اگر دو سال سے غیر حاضر رہنے والے اور دیگر انگوٹھا چھاپ اراکین آج بھی غیر حاضر رہتے اور شیخ رشید صاحب اسمبلی میں نہ آتے تو یہ آئینی ترمیم پیش کرنے کی تحریک پاس ہی نہ ہوتی تو غیر حاضر اراکین کا یوں اچانک آنا کچھ تو معنٰی رکھتا ہے .... !

قومی اسمبلی کے اجلاس کے اگلے ہی روز'' فاٹا اصلاحات بل'' سینٹ میں پیش کیا گیا، اکہتر اَرکان کی حمایت اور پانچ کی مخالفت سے یہ بل سینٹ سے پاس کر دیا گیا۔

۲۷؍مئی ۲۰۱۸ بروز اتوار خیبر پختونخوا اسمبلی میں فاٹا اصلاحات بل پیش ہوا، اِس بل کے حق میں بانوے اور مخالفت میں سات ووٹ ڈالے گئے ،تادمِ تحریر یہ بل صدرِ مملکت کے دستخط کا منتظر ہے صدر صاحب کے دستخط ہوتے ہی یہ اکتیسویں ترمیم آئین کا حصہ بن جائے گی اور قبائلی علاقے صوبہ خیبر پختونخوا کا آئینی اور قانونی حصہ بن جائیں گے۔

چند غور طلب پہلو ملاحظہ فرمائیں :

(۱) کہا جا رہا ہے کہ سرائیکی حصہ یعنی جنوبی پنجاب پسماندہ ہے اس لیے اسے الگ صوبہ بنایا جائے اس علاقہ کی پسماندگی کے خاتمہ کا حل پنجاب سے الگ ہونا ہے جبکہ فاٹا بھی پسماندہ علاقہ ہے مگر اِس کی پسماندگی کے خاتمہ کا حل یہ ہے کہ اسے خیبر پختونخوا میں ضم کر دیا جائے ،اس تضاد کو کیا کہا جائے ؟ اُصول ایک اور عمل دو ! !

(۲) جنوبی پنجاب اگر صوبہ بن گیا تو اسے سینٹ میں چوبیس سیٹیں ملیں گی جبکہ فاٹا کے خیبر پختونخوا میں ضم ہونے کے بعد فاٹا کی نمائندگی سینٹ سے بالکلیہ ختم ہو رہی ہے، یاد رہے کہ فی الحال فاٹا کے سینیٹرز کی تعداد آٹھ ہوتی ہے۔

(۳) قومی اسمبلی میں فاٹا کے کل بارہ اراکین ہیں جو انضمام کے بعد چھ رہ جائیں گے۔

(۴) انضمام کے بعد فاٹا کو صوبائی اسمبلی میں صرف سات سیٹیں ملیں گی، جبکہ اگر فاٹا کو الگ صوبہ بنایا جائے تو اُن کی سیٹیں اپنے حساب سے ہوں گی۔

(۵) نیشنل سیکورٹی کمیٹی میں کہا گیا تھا کہ گلگت اور بلتستان کو سیاسی اور معاشی خودمختاری دیں گے اور پانچ سال ٹیکس فری دیں گے تاکہ وہ ملک کے دوسرے صوبوں کے برابر آجائیں لیکن فاٹا کی تمام تر حیثیت ختم کر کے اُسے ایک ہی صوبہ میں ضم کر رہے ہیں، یہ دوہرا معیار کس بنیاد پر ؟

(۶) فاٹا انضمام کے بعد میڈیکل اور انجینئرنگ کوٹہ موجودہ کوٹہ کے مقابلہ میں ختم ہو جائے گا۔

(۷) فاٹا انضمام کے بعد انٹرنیشنل مسائل پیدا ہوں گے جس کی تازہ مثال افغانستان کا بیان کہ وہ ڈیونڈر لائن مسئلہ کو اقوامِ متحدہ میں اُٹھائے گا۔

(۸) ریفرنڈم یا کوئی بھی ایسی صورت جس سے فاٹا کی عوام سے براہِ راست یہ پوچھا جاسکے کہ وہ اپنے سیاسی مستقبل کے متعلق کیا چاہتے ہیں ؟ یہ پوچھنا ہمارے آئین کی دفعہ 247 کے تحت لازمی ہے چونکہ فاٹا کا سٹیٹس وطنِ عزیز پاکستان کے سیٹل علاقوں سندھ، پنجاب وغیرہ کی طرح نہیں ہے، آئین میں یہی درج ہے کہ جب کبھی ان کا موجودہ سٹیٹس تبدیل کیا جائے گا تو ان سے پوچھا جائے گا،

بانیٔ پاکستان کے ساتھ بھی قبائل کا یہی معاہدہ تھا، اب فاٹا کے عوام سے اُن کی مرضی معلوم کیے بغیر اُن پر یہ قانون کیوں لگایا جا رہا ہے ؟ گویا یہ بانیٔ پاکستان کے مؤقف اور آئین پاکستان کی دفعہ 247 سے انحراف ہے۔

(۹) قائدِ جمعیت کا قومی اسمبلی کے فلور پر دیا گیا یہ بیان بھی غور کے قابل ہے کہ :

''میں پشاور کے اندر امریکی قونصل جنرل کی لابی کو جانتا ہوں کہ اُس نے انضمام کے لیے کتنا کام کیا ؟ کتنا ہمارے لوگوں پر دباؤ ڈالا ؟ اقوامِ متحدہ کا نمائندہ یہاں اسلام آباد میں بیٹھا ہوا ہے میرے گھر میں آیا، ڈیڑھ گھنٹہ میرے ساتھ مذاکرات کیے، مجھے اپنے گھر میں دعوت دی ڈنر پر، وہاں پر مذاکرات کیے اور یہ اعتراف کیا کہ فاٹا انضمام ہمارا ایجنڈا ہے اور یہ ہماری پہلی ترجیح ہے۔''

(۱۰) اس بل کی ووٹنگ کے وقت فاٹا اراکین نے ماسوا ایک کے حصہ ہی نہیں لیا لہٰذا سوچنے کی بات ہے کہ ان کے حلقہ انتخاب کے بارہ میں قومی اسمبلی سے پاس ہوئے بل کی قانونی، سیاسی اور اخلاقی حیثیت کیا ہوگی ؟

(۱۱) فاٹا کی روایتی، مذہبی اور سیاسی قوتیں اس بل کے حوالہ سے اپنے علاقوں میں مزاحمت کر رہی ہیں اور اُن کی اِس مزاحمت کو بزور کچلا جا رہا ہے۔

(۱۲) یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ آئینی ترمیم کے ذریعہ سو برس سے زائد عرصہ تک قبائلی علاقہ جات میں نافذ رہنے والے قانون فرنٹیر کرائمز ریگولیشن (F.C.R) کا بالآخر ایک صدی بعد خاتمہ کر دیا گیا ہے، اِس کالے قانون کا خاتمہ تو خوش آئند ہے لیکن اس کا جو متبادل حل پیش کیا جا رہا ہے وہ وہاں کے عوام کے مسائل کا مداوا نہیں کر سکے گا۔

ہم ایف سی آر (F.C.R) جیسے کالے قانون کو ختم کرنے کی ہر کوشش کو سراہتے ہی نہیں بلکہ اس کی خاتمے کے لیے ہر کوشش کا عملی حصہ رہے ہیں مگر دوسری طرف ہم فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کے بجائے حق خود اِرادیت کے حامی ہیں لیکن اگر الگ صوبہ بنایا جائے تو درجِ ذیل پہلو بھی

ملاحظہ فرما لیے جائیں۔

(۱) فاٹا اگر الگ صوبہ بنے گا تو سب سے پہلے وہاں پر اپنی ہی صوبائی حکومت ہوگی جو کہ اسلام آباد کے بعد پشاور کے رحم وکرم کی بجائے خود مختار ہوگی۔

(۲) فاٹا الگ صوبہ بنے گا تو وہاں دوسرے صوبوں کی طرح درجنوں یونیورسٹیاں اور کالجز بنیں گے، انضمام کی صورت میں اس کا حشر شانگلہ، دیر و بونیر جیسا ہی ہوگا۔

(۳) فاٹا الگ صوبہ بننے کی صورت میں اس کے اپنے 24 سینیٹرز ہوں گے جبکہ انضمام کی صورت میں موجودہ 8 بھی ختم ہوجائیں گے۔

(۴) فاٹا الگ صوبہ بنے گا تو جو صوبائی محکمے بنیں گے اُس میں لاکھوں ملازمتیں فاٹا ہی کے نوجوانوں کو ملیں گی، انضمام کی صورت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(۵) فاٹا الگ صوبہ بننے کی صورت میں وسطی ایشیا کے ساتھ سات راستوں کے اربوں روپے کے محصولات فاٹا کو ملیں گے جبکہ انضمام کی صورت میں اس پر پشاور کا قبضہ ہوگا۔

(۶) فاٹا میں کثیر تعداد میں تیل، گیس اور دیگر معدنیات کے ذخائر ہیں، الگ صوبہ بننے کی صورت میں اس کی اربوں کھربوں کی رائیلٹی فاٹا کو ملے گی اور ساتھ ان معدنیات کو نکالنے والی درجنوں کمپنیوں میں فاٹا ہی کے ہزاروں لوگوں کو روزگار ملے گا جبکہ انضمام کی صورت میں رائیلٹی پر پورے خیبر پختونخوا کا قبضہ ہوگا۔

انضمام کے حامیوں سے چند سوالات :

(۱) آپ کہتے ہیں کہ فاٹا کا جغرافیہ ایسا ہے کہ باجوڑ سے وزیرستان جانے کے لیے خیبر پختونخوا کا راستہ استعمال کرنا ناگزیر ہے، تو عرض ہے کہ کیا ہزارہ ایبٹ آباد جانے کے لیے ہم پنجاب سے گزر کر نہیں جاتے ؟ اور کیا بنگلہ دیش کو پاکستان کا حصہ بنانا بے وقوفی تھی ؟

(۲) پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ جبکہ جماعت اسلامی بہاولپور کو الگ صوبہ بنانے کی بات کرتے ہیں تو پھر فاٹا الگ صوبہ بننے پر اعتراض کیوں ؟

(۳) مسلم لیگ (ن) ہزارہ صوبے کی بات کرتی ہے تو پھر فاٹا کو ضم کیوں کیا جائے حالانکہ ہزارہ پہلے سے خیبر پختونخوا کا حصہ ہے جبکہ فاٹا الگ انتظامی ڈھانچہ ہے۔

(۴) متحدہ قومی موومنٹ سندھ میں الگ صوبے کی بات کرتی ہے جبکہ پیپلز پارٹی اس کی بھرپور مخالفت تو پھر فاٹا کے حوالہ سے دونوں جماعتوں کا یہی اپنا مؤقف تضاد کا شکار کیوں ؟

آخر میں اِس بات کی طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے کہ قومی اسمبلی میں فاٹا انضمام بل پیش ہوتے وقت فاٹا اراکین میں سے ماسوا ایک کے بقیہ اَراکین اسمبلی میں تھے ہی نہیں اور حکومت کا فاٹا انضمام یا الگ صوبہ کے حوالے سے عوامی رائے جاننے کے لیے ریفرنڈم نہ کرانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ فاٹا کی عوام انضمام کے حق میں نہیں ہے، جمہوریت کے دعویدار ملک کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں نے فاٹا عوام سے اس کا حقِ خود ارادیت چھین کر زبردستی ان پر اپنا فیصلہ مسلط کیا ہے جو سراسر زیادتی اور ناانصافی ہے۔

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org/maqalat

نَوِّلِ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا درسِ حدیث عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

مالِ محمود اور مالِ مذمُوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

دارُالاسباب (دنیا) میں انسان کو وہ چیز بہت زیادہ محبوب ہوتی ہے جس کے ذریعہ اُس کے سارے کام باآسانی ہوں اور وہ ''مال و دولت'' ہے، دُنیا کے سارے کام اس کے گرد گھومتے ہیں اس کے ذریعہ تقریباً ہر کام بہ سہولت اور جلدی ہو جاتا ہے، دنیا میں تمام خواہشات اِس کے ذریعہ جلد پوری جاتی ہیں اس لیے انسان کو اِس سے بہت محبت ہوتی ہے ہر وقت اس کے کمانے اور جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے محفوظ رکھتا ہے۔

مال فی نفسہٖ بُری چیز نہیں اس کا استعمال جیسے ہوگا ویسے ہی اُس کا حکم ہوگا، اگر دولت خدمتِ اسلام کے لیے استعمال ہو تو پھر یہ بُری چیز نہیں بلکہ مبارک اور محمود ہے جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات کے اموال جو اسلام ہی کے لیے خرچ ہوئے اور انہوں نے اس کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔

ہاں اگر مال کا استعمال غلط طرح ہو مثلاً شراب نوشی، رشوت، زناکاری اور دیگر ناجائز اُمور پر صرف کیا جائے اور اس میں سے زکوٰة نہ ادا کی جائے، مستحقین کی اِمداد نہ کی جائے، پڑوسیوں کا خیال نہ رکھا جائے، امانت واپس نہ کی جائے، غرضیکہ ناجائز طرح سے کمایا جائے اور ناجائز طرح سے خرچ کیا جائے تو ایسا مال وبال بن جاتا ہے اور یہ تمام خرابیاں (بخل، خیانت وغیرہ) مال کی محبت کی وجہ سے پیدا

ہوتی ہیں اس لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے بار ہا انسان کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ مال کی محبت دل سے نکال دو تاکہ وہ تمام خرابیاں جاتی رہیں جو مال کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کو اگر مال ودولت سے محبت ہو تو وہ مال غلط استعمال کرتا ہے اور غلط ذرائع سے کماتا ہے، اگر اُس کو خدا اور رسول ﷺ سے حقیقی محبت ہو تو وہ مال خدا اور رسول ﷺ کے منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے اور خدا اور رسول ﷺ کی منشاء کے مطابق کماتا اور خرچ کرتا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے جس چیز سے روکا ہے وہ مال کی محبت ہے، مال کمانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کمانے کے جائز طریقے خود بتلائے ہیں، بعثت سے پہلے آپ خود بھی تجارت فرماتے رہے اور بڑا نفع حاصل کیا۔ جو روایت آج بیان کرنی تھی یہ اُس کی تمہید ہوئی، روایت میں ارشاد ہے :

یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ یعنی بندہ کہتا ہے کہ یہ مال میرا ہے یہ مال میرا ہے وَاِنَّ مَالَہٗ مِنْ مَّالِہٖ ثَلٰثٌ حالانکہ جو کچھ اسے حاصل ہے اُس میں سے اس کا صرف تین طرح کا مال ہے :

(۱) مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی یعنی جو کھالے اور اُسے فنا کردے۔ ''فنا'' کا مطلب یہ ہے کہ صرف کھایا ہی نہیں بلکہ ہضم بھی کرلیا اور جو کھایا نہیں یا کھایا تو ہے مگر اُسے ہضم نہیں کرسکا تو یہ مال اُس کا نہیں۔

(۲) اَوْلَبِسَ فَاَبْلٰی یا پہنے اور پہن کر پُرانا کردے، یہاں بھی پرانے کرنے کا مطلب یہی ہے کہ صرف پہننے سے اُس کا مال نہیں بن جاتا بلکہ پرانا کرنے سے، اگر کوئی نیا کپڑا پہن لے تو جب تک وہ پرانا اور فنا نہ ہوگا اُس کا نہیں کہلایا جاسکتا، معلوم نہیں کہ یہ کپڑا وہ خود اُتارے گا یا دوسرے اُتاریں گے یعنی یہ خبر نہیں کہ وہ اِس کپڑے کے ختم ہونے تک زندہ بھی رہے گا یا پہلے ہی وفات پاجائے گا ہاں اگر پہنتے پہنتے اُس کے پاس ہی پرانا ہوگیا تو پھر یہ واقعی اس کا مال تھا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بچی اُمِ خالد لائی گئی، اُس کے سر پر دوپٹہ تھا حضور ﷺ نے اُس کو دُعا دی کہ پرانا کرتی رہے پرانا کرتی رہے یعنی (برت کر) کپڑے پرانے کرتی چلی جائے، مقصد یہ ہے کہ تو زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

(۳) آگے ارشاد ہے اَوْاَعْطٰی فَاَقْتَنٰی یا خدا کی راہ میں دے دے اور ذخیرہ بنادے

جو اُسے آخرت میں کام آئے۔

پھر فرمایا وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَھُوَ ذَاھِبٌ وَتَارِکُهٗ لِلنَّاسِ [1] یعنی جو کچھ اِن تین کے سواء ہے تو اُس کا یہ حال ہے کہ یہ شخص تو چلا جائے گا اور جو جمع کیا ہے وہ لوگوں کے لیے چھوڑ جائے گا۔

گویا صرف تین طرح کا مال حقیقتاً اُس کا ہے اور وہ اسے اپنا مال کہہ سکتا ہے :

(۱) جو کھا کر ہضم کر لے (۲) جو پہن کر پُرانا کر دے (۳) جو خدا کی راہ میں صرف کر دے اور پھر نام نہ لے بلکہ اُسے خزانہ کی طرح چھپا کر اپنے اور خدا کے درمیان رکھے۔ ان تین طرح کے علاوہ مال کو دوسرے لوگ خرچ کریں گے وہ چھوڑ کر چلا جائے گا۔

ایک روز یہی بات نہایت خوب صورتی سے سمجھانے کے لیے حضور ﷺ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، فرمایا : اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِهٖ یعنی تم میں سے کون ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو ؟ (یعنی یہ چاہتا ہو کہ میرے پاس مال نہ ہو اور وارث کے پاس ہو)۔ قَالُوْا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ یعنی ہم میں تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ نے فرمایا فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ [2] فرمایا کہ اپنا مال تو وہ ہے جو پہلے بھیج دے اور اپنے وارث کا مال وہ ہے جو بعد کے لیے چھوڑ جائے۔

مراد یہ ہے کہ جسے اپنے مال سے محبت ہے اُسے چاہیے کہ وہ آگے کے لیے بھیجے وہی حقیقت میں اُس کا ہوگا اور جو رہ جائے گا وہ ورثا کا ہوگا۔ غرضیکہ جو مال شریعت کے مطابق جمع کیا جائے اور شریعت کے مطابق خرچ کیا جائے وہ اچھی چیز ہے، قرآنِ کریم میں ایسے مال اور ایسی دولت کو ''فضل وخیر'' جیسے اچھے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو دولت غیر شرعی طور پر کمائی جائے اور غیر شرعی طور پر صرف کی جائے وہ دولت ''مذموم اور ملعون'' ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۵؍ جنوری ۱۹۶۸ء)

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۶۶

[2] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۶۸

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۶

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ،فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جوتا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں ۔(اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

مصارف اور مستحقین :

وہ محبوب مال جس کے متعلق حکم ہے کہ ''بر اور نیکی ہر گز میسر نہیں آسکتی جب تک اُس مال کا حصہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو۔'' [1]

سوال یہ ہے کہ مالِ محبوب کہاں خرچ کرنا چاہیے ؟

بے شک وہ ادارے جو عوام کی ضروریات کے ذمہ دار ہوتے ہیں جن کا تعلق بسا اوقات حکومت سے بھی ہوتا ہے جیسے صحت عامہ یا زمانہ قحط میں فاقہ زدہ غریبوں یا زمانہ جنگ میں زخمیوں کی اِمداد کے اِدارے یا اسی طرح کے نیم سرکاری یا غیر سرکاری ادارے جن میں چرچ کا نام بھی لیا جا سکتا ہے

[1] سورۂ اٰلِ عمران : ۹۲

اُن کو بھی یہ محبوب مال دیا جاسکتا ہے۔ پیشوایانِ مذہب یا اُن کی اولاد کی خدمت بھی اس مال سے کی جاسکتی ہے لیکن مدارِ استحقاق یہ اِدارے نہیں ہوں گے بلکہ مدارِ استحقاق وہ ضرورتیں ہوں گی جن کی ذمہ داری ان اِداروں نے لی ہے چنانچہ قرآنِ حکیم میں نہ کسی چرچ یا اِدارہ کا نام لیا گیا ہے نہ کسی خاندان نہ کسی پیشوا کا بلکہ ضرورتمندوں کا نام لیا ہے کہ صدقہ کرنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا مقصد کسی خاندان کسی طبقہ یا کسی اِدارہ کی اِمداد نہیں بلکہ انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کو پورا کرنا ''انفاق فی سبیل اللہ'' اور '' قرض فی سبیل اللہ'' کا مقصد ہے۔

قریش جن سے اسلام کا آغاز ہوا اُن کی اکثریت نے اگرچہ شروع میں آنحضرت ﷺ کی شدید ترین مخالفت کی مگر ان ہی میں وہ بھی تھے جن کو قرآنِ حکیم نے ﴿ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ''سب سے پہلے سبقت کرنے والے'' فرمایا ہے۔ تاریخی عظمت جو اِن کو پورے عرب میں حاصل تھی جس کی وجہ سے پورا عرب گویا ان کا حلقہ بگوش تھا اس کی بنا پر یہ تو فرمایا گیا کہ خلافت قریش کا حق ہے مگر مسلمانوں کے مال کا کوئی حصہ ان کے لیے مقرر نہیں فرمایا گیا بلکہ اِس کے برعکس خود ایک ذمہ داری قریش اپنے اُوپر لیے ہوئے تھے کہ حج کے موقع پر تمام حج کرنے والوں کے کھانے پینے اور اُن کے لباس کا انتظام وہ خود اپنے مال سے کیا کرتے تھے اس کو اسلام میں باقی رکھا گیا۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا، ۹ھ میں انتظامِ حج مسلمانوں سے متعلق ہوا آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر بنا کر بھیجا تو حجاج کی مہمانی کا انتظام بھی ان کے سپرد فرمایا۔'' (البدایہ والنہایہ وغیرہ)

محمد رسول اللہ ﷺ مرکزِ ہدایت، بانی اسلام جن کے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ مسلمانوں کو خود اپنی جان سے زیادہ نبی سے تعلق رکھنا ضروری ہے، صحیح تھا اگر مسلمانوں کے تمام صدقات اُن کے لیے یا اُن کی اولاد کے لیے مخصوص کر دیے جاتے مگر اِس کے برعکس یہ کیا گیا کہ نہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ آلِ محمد اور آلِ محمد کے علاوہ آلِ ہاشم اور وہ سب جو آلِ ہاشم کے کسی وقت غلام رہے تھے اور اب آزاد کر دیے گئے تھے اُن سب کے لیے صدقہ حرام قرار دیا گیا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے معصوم نواسہ نے صدقہ کے ذخیرے میں سے اُٹھا کر ایک چھوہارہ

منہ میں ڈال لیا تو آنحضرت ﷺ نے ناپاک چیز کی طرح اِس کو عزیز بچہ کے منہ سے نکال دیا اور فرمایا کَخْ کَخْ تم نہیں جانتے ہو ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ (صحاحِ ستہ)

یہ ایک رُخ ہے اب دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے جو اِس سے بھی زیادہ عجیب ہے اس بنا پر کہ قرآنِ حکیم میں فرما دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق نبی ﷺ سے اتنا زیادہ ہے کہ خود اپنی جانوں سے وہ تعلق نہیں، آنحضرت ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ جو مسلمان ترکہ نہ چھوڑے اور اُس کے ذمہ قرض ہو اُس کا قرض اور اُس کے یتیم بچوں کی پرورش محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اس لیے کہ اِس مسلمان کا تعلق نبی ﷺ سے اتنا تھا کہ اُتنا تعلق اُس کا خود اپنی جان سے نہیں تھا ۱ یعنی نہ صرف غریب مرنے والے کے بچوں کا تکفل آپ نے فرمایا بلکہ اُس کے قرض بھی اپنے ذمہ لے لیے ۲ یہ حینِ حیات ۳ کا حکم تھا، وفات کے بعد یہ حکم ہوا کہ (آپ کا) جو کچھ ترکہ ہے وہ آنحضرت ﷺ کے وارثوں کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے صدقہ (وقف) ہے۔

بے شک آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے نفقہ کا انتظام ضروری قرار دیا، عام مسلمانوں کی بیویوں کا یہ حکم نہیں ہوتا کہ شوہر کی وفات کے بعد ان کو ہمیشہ نفقہ ملتا رہے کیونکہ ان کو شوہر کا ترکہ ملتا ہے نیز ان کو حق ہوتا ہے کہ وہ کسی سے نکاح کر لیں تو یہ شوہر اس کے خرچ کا ذمہ دار ہوگا مگر آنحضرت ﷺ کے ازواج کو یہ موقع حاصل نہیں تھا کیونکہ آپ کا ترکہ وقف تھا اور آپ کی بیویوں کے لیے کسی اور شخص سے نکاح کر لینا حرام قرار دے دیا گیا تھا گویا وہ تمام عمر عدت میں رہیں اور زمانۂ عدت کا خرچ متوفی شوہر کے ترکہ سے دیا جاتا ہے۔

بہرحال جو صدقہ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ہے یعنی زکوۃ صدقہ فطر اس کے مستحق صرف فقرا اور ضرورت مند ہیں بشرطیکہ وہ سادات نہ ہوں اور صدقہ دینے والے سے ایسا رشتہ نہ رکھتے ہوں کہ ان کا نفقہ صدقہ دینے والے پر واجب ہو مثلاً ماں باپ اولاد یا بیوی ان کو صدقہ نہیں دیا جائے گا بلکہ ان کا

---

۱ بخاری شریف ۲ یہ ہے وہ بات جس کی خبر کلیسا اور چرچ کو نہ ہونی چاہیے کیونکہ یہ اُن کے مزاج کے خلاف ہے ۳ یعنی اپنی زندگی میں

خرچ اس پر ایسے ہی واجب ہوگا جیسا کہ خود اس پر اپنا خرچ واجب ہوتا ہے۔

البتہ اگر اس درجہ کی قرابت نہ ہو مثلاً چچا، نانا، ماموں، بھائی، بہن جیسا رشتہ ہو جن کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہوتا تو مالِ محبوب کے خرچ کرنے میں یہ زیادہ مستحق ہیں کہ اِس صورت میں حقِ قرابت بھی ادا ہوتا ہے، اہل وعیال اور ماں باپ کی خدمت اگرچہ رشتہ کی بنا پر کی جاتی ہے مگر اِس خدمت کرنے میں اگر یہ نظریہ بھی کارفرما ہے کہ اِن کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور میں حکمِ خدا کی تعمیل کر رہا ہوں تو یہ خدمت بھی اجر عظیم کی مستحق ہوگی۔ ۱

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی غریب مسکین پر صدقہ کا ثواب ایک ہی ملتا ہے لیکن رشتہ دار کو صدقہ دیا جائے تو دو ثواب ملیں گے ایک صدقہ کا ثواب دوسرا رشتہ دار سے حسنِ سلوک کا ثواب۔ ۲

الیتامٰی :

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بیوہ عورت غریب و مسکین جس کے چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہوں قیامت کے روز میرے ساتھ اس طرح رہے گی جیسے یہ دو اُنگلیاں (شہادت کی اُنگلی اور اُس کے برابر کی بیچ کی اُنگلی)۔ یہ شریف خاتون، صاحبِ عزت، صاحبِ حسن و جمال، اس نے اپنے بچوں کی پرورش کے لیے دنیا کی بہاروں سے منہ موڑا، اپنی جوانی تج دی، بچوں کی خدمت میں ہی لگی رہی یہاں تک کہ بچے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے یا دُنیا ہی سے رخصت ہوگئے، یہ یقیناً اِس اعزاز کی مستحق ہے کہ میدانِ حشر میں سرورِ کائنات ﷺ کی رفاقت حاصل کرے ۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا سب سے بہتر مکان وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو جس کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ کیا جاتا ہو اور اس کو اپنا ہی بچہ سمجھا جاتا ہو اور سب سے برا (منحوس) مکان وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کو اولاد کی طرح نہ سمجھا جاتا ہو اور اُس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ شریف ص ۲۷۰)

---

۱ بخاری شریف حدیث ابن مسعودؓ ص ۸۰۵ ۲ ترمذی شریف ج ۱ ص ۸۲ ۳ ابوداؤد شریف کتاب الادب

حضرت سراقہ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا : دیکھو تمہیں ایسا صدقہ بتاتا ہوں جو سب سے افضل ہے، تمہاری لڑکی جس کو اُس کا شوہر چھوڑ دے اور وہ تمہارے سر پڑ جائے، تمہارے سوا اُس کا کوئی نہ ہو اُس کی اِمداد سب سے بڑا صدقہ ہے۔ [1]

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کا خوف کرتے ہوئے جو شخص یتیم کے سر پر دستِ شفقت پھیرتا ہے تو اُس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے شمار کے بموجب دس نیکیاں اُس کے حق میں لکھی جائیں گی۔ [2]

مسکین :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسکین وہ نہیں جو دَر دَر مانگے، کہیں سے ایک لقمہ مل جائے کہیں سے دو لقمے، مسکین وہ ہے کہ نہ اُس کے پاس اتنی گنجائش ہو کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکے اور نہ اُس نے اپنی حالت ایسی بنا رکھی ہو کہ لوگ اُس کو ضرورت مند سمجھیں اور اُس کی اِمداد کریں (یعنی سفید پوش، خوددار، ضرورتمند)۔ [3]

مسکین کی تعریف میں وہ علماء مشائخ، مصنفین و معلمین بھی آتے ہیں جن کی شان قرآنِ کریم کی تعبیر کے مطابق یہ ہے کہ

''راہِ خدا میں روک لیے گئے ہیں، دینی کاموں میں مصروف ہیں، ان مشاغل کی اہمیت ان کو اِجازت نہیں دیتی کہ وہ اِن کو چھوڑ کر کہیں جائیں۔''

وہ ضرورت مند ہیں، فقیر ہیں مگر اِستغناء اور خلقِ خدا سے بے نیازی کی شان یہ ہے کہ جو اِن کے صحیح حالات سے واقف نہیں ہیں وہ اِن کو امیر اور دولت مند سمجھتے ہیں کیونکہ اظہارِ حاجت کے بارے میں وہ محتاط اور عفیف [4] ہیں وہ گوارا نہیں کرتے کہ کسی اشارہ کنایہ سے بھی ان کی ضرورت کا اظہار ہو لوگ لیچڑ بن کر سوال کیا کرتے ہیں مگر یہاں سوال کرنے کا طریقہ ہی نہیں ہے کہ لیچڑ بننے کی صورت پیدا ہو۔

---

[1] ابن ماجہ شریف ص ۲۶۹ باب برالولدین والاحسان اِلی البنات [2] احمد و ترمذی

[3] بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ [4] غیر اللہ کے آگے دستِ سوال بڑھانے سے ان کا دامن پاک ہے۔

ابن السبیل : (راہ چلتا مسافر)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اُس کی اونٹنی جس پر وہ سفر کر رہا تھا ہلاک ہوگئی ہے، فوراً ایک شخص اُٹھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری اُونٹنی اس کے لیے حاضر ہے۔ ۱

السائلین :

قرآنِ کریم جن اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے ان کا تقاضا یہی ہے کہ سائل کا سوال رَد نہ کیا جائے، یہ تحقیق کرنا کہ سائل فی الواقع مستحق ہے یا نہیں اعلیٰ اخلاق اور سیر چشمی کے خلاف ہے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ ۲

البتہ خود سوال کرنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ خودداری سے کام لے، سائل کے حق میں اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ وہ سوال اور مطالبہ سے بالا رہے چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے ہم سات آٹھ تھے یا نو تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بیعت نہیں کرتے ؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اسلام لائے ہیں، آپ سے حال ہی میں بیعت کر چکے ہیں ! تھوڑے سے توقف کے بعد پھر یہی ارشاد ہوا، ہم نے بھی وہی جواب دیا، جب تیسری مرتبہ بھی یہی ارشاد ہوا تو ہم نے ہاتھ پھیلا دیے کہ ہم بیعت کرتے ہیں، فرمایا کہ اِس کا عہد کرو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو گے اُس کا کوئی شریک نہیں گردانو گے، پانچوں وقت کی نمازیں پڑھا کرو گے اور اپنے سربراہوں کی بات سنو گے اور اُن کی اطاعت کیا کرو گے، اس کے بعد ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ یہ عہد کرو کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے، اب ان بیعت کرنے والوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی سوار ہوتا اور اُس کا کوڑا اگر جاتا تو وہ کسی سے یہ بھی نہ کہتا کہ کوڑا اُٹھا دو کہ اِس میں بھی سوال کی جھلک ہے، وہ خود گھوڑے سے اُترتا اور کوڑا اُٹھاتا تھا۔ ۳

---

۱ ترمذی شریف کتاب العلم ۲ ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰة ۳ ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰة

بہرحال شخصی یا قومی ضرورت کے وقت سوال جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ضرورت شدید ہو ورنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلاضرورت سوال کرنا اپنے چہرے کو کھرچنا ہے ایسا شخص قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ تمام چہرہ کھرچا ہوا ہوگا، ہڈیاں کھلی ہوئی ہوں گی گوشت کی ایک بوٹی بھی چہرہ پر نہیں ہوگی۔[۱]

اَلرِّقَابُ :

گردنوں میں مال خرچ کرنے کی صورت یہی ہے کہ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جائے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے ؟ فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد ! فرمایا ایسے غلام کو آزاد کرنا جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور اپنے مالکوں کی نظر میں سب سے بہتر اور سب سے نفیس ہو۔[۲]

مقروضوں کے قرض کی ادائیگی جیسے مداتِ خیر بھی گردن چھڑانے کا درجہ رکھتے ہیں۔

(جاری ہے)

ترکی کے اہم وفد کی جامعہ مدنیہ جدید آمد

۲۷/ اپریل بروز جمعۃ المبارک کو ترکی کے الشیخ عمر مع اپنے رفقاء کرام کے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم سے ملاقات کی موجودہ عالمی حالات اور ترکی کے سابقہ اور حالیہ حالات پر گفتگو ہوئی۔

---

[۱] بخاری شریف کتاب الزکوۃ [۲] بخاری شریف

سلسلہ تقاریر نمبر ۱۳ قسط : ۳، آخری

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے حضرتؒ کے متوسلین وخدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں ۔ (اِدارہ)

بیعت کی شرعی حیثیت

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بیعت کے فوائد......حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا فرمان :

ہاں بعضے لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بیعت کی ضرورت باقی نہیں ہے یہ شبہ غلط ہے۔ بیعت کا طریقہ رسول اللہ ﷺ نے جاری کیا ہے اور وہ قرآن میں ہے، قرآن دلالت کرتا ہے۔

حضرت سیّد احمد صاحب شہیدؒ جنہوں نے جہاد کیا تھا انگریزوں کے خلاف، اُن کی کتاب ہے ''صراطِ مستقیم'' وہ بیعت کے فائدے بتلاتے ہوئے ذکر فرماتے ہیں کہ

''جب کوئی شخص کسی خدا کے برگزیدہ بندے کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اُس برگزیدہ بندے کی جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت اور عزت ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس شخص کی کفالت کرتی ہے جو اس کے ہاتھ میں بیعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اُس کی وجاہت کی وجہ سے بیعت کرنے والے کی کفالت کرتی ہے اور دو طریقوں میں سے ایک طریقہ سے اُس کی حفاظت کرتی ہے۔

اگر وہ شخص وہ مرشد اللہ تعالیٰ کے یہاں پر بہت بڑی عزت رکھتا ہے تو کبھی اس کو مطلع کر دیا جاتا ہے اگر اُس کا مرید کسی گمراہی کے اندر پھنس رہا ہے تو اللہ تعالیٰ پیر کو مطلع کر دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اس کو فلانی خرابی سے نکالو وہ مرشد تدبیریں

کر کے اُس کو نکالتا ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند کریم خود ہی اس مرید کو خرابی سے نکالتا ہے اور کسی فرشتے کو حکم دے دیتا ہے یا کوئی روحانی (لطیفہ غیبی) کو مقرر کر دیتا ہے اور وہ چیز اس کی حفاظت کا باعث بنتی ہے مگر مرشد کی صورت میں آکر۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ :

جیسے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ ہوا حضرت زُلیخاؓ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے ان سے وصال چاہا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام پرہیز کرتے ہیں ﴿ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [1] حضرت زُلیخا کو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ میں اپنے مالک کی نافرمانی کروں اُس کی بیوی پر ہاتھ ڈالوں، اُس نے بہت بڑے بڑے میرے ساتھ احسان کیے ہیں میں جاہل نہیں ہو سکتا مگر اُس نے پیچھا کیا اور اِس قدر پیچھے پڑی کہ قریب تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مبتلا ہو جائیں تو فرماتے ہیں :

﴿ وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴾ [2]

تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے واسطے حضرت جبریل علیہ السلام کو مقرر کیا حضرت جبریل علیہ السلام سامنے سے ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں آئے اور سامنے کھڑے ہو کر اُنگلی منہ میں دباتے ہیں اور اشارہ کرتے ہیں کہ خبردار ! خبردار ! اس میں مبتلا مت ہونا، حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر بھی نہیں مگر یہاں یہ معاملہ ہوا، حضرت یوسف علیہ السلام کو روک دیا گیا بچا لیا گیا تو حضرت سیّد احمد صاحبؒ شہید فرماتے ہیں کہ بسا اَوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا کسی گمراہی کے اندر پھنسنے والا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی لطیفہ سے کسی روحانیت سے کسی فرشتے کے ذریعے سے حفاظت کی جاتی ہے ایسے طریقے سے کہ جو مرشد کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔

---

[1] سورۂ یوسف : ۲۳ [2] سورہ یوسف : ۲۴

سچوں کا ساتھ :

تو بیعت کے فوائد بہت زیادہ ہیں، قرآن میں کہا ہے ﴿ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ﴾ سچوں کے ساتھ رہو، آپ دیکھتے ہیں کہ کسی پارٹی میں جب آدمی داخل ہو جاتا ہے دنیا میں تو پارٹی کے جتنے ممبر ہوتے ہیں اُن سب کو اُس کے ساتھ کچھ تعلق ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ہمدردی رکھتے ہیں تو دنیا میں جو کہ اَصحابِ خیر ہوں اُن کے یہاں بھی یہی طریقہ ہے اور آخرت والے خدا کے سچے بندے جن کو دنیاوی غرض نہیں اُن میں یہ بات بہت اُونچی ہے، تو اگر کسی اللہ کے مقبول بندے کے ہاتھ پر بیعت ہوئے کسی صحیح طریقہ والے سے بیعت ہوئے تو اس طریقہ کے جو مقدس لوگ ہیں خواہ دُنیا میں ہوں خواہ آخرت میں ہوں گزر چکے ہوں ان سبھوں کو ہمدردی ہو جاتی ہے اور وہ دُعا بھی کرتے ہیں، اور وہ اپنی ہمت سے خبر گیری کرتے ہیں۔

تو میرے بھائیو ! نہ تو ''بیعت'' بدعت چیز ہے اور نہ ''طریقت'' بدعت چیز ہے، نہ طریقت شریعت سے جدا ہے، شریعت کی خادم ہے طریقت، جو شریعت نے احسان کا حکم دیا تھا اُس کی تکمیل کے واسطے بڑے بڑے مقدس بزرگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور اِن سے پہلے جنید بغدادی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ، اِن بزرگوں نے جن کے اندر ذرّہ برابر بھی خلافِ شریعت کوئی بات نہیں تھی [1] انہوں نے وہ طریقے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے جاری کیے اور اُن سے مقصد فقط خدا کی قربت حاصل کرنا خدا کی رضا حاصل کرنا ہے اور کوئی چیز ذرّہ برابر اس میں شریعت کے خلاف نہیں۔

---

[1] اسی طرح کے سینکڑوں ائمہ تصوف و طریقت ہوئے ہیں جن کا شمار اپنے وقت کے ائمہ حدیث، مجددین اور مجاہدین اسلام میں ہونا مسلَّم ہے جن کے ذریعہ سے ہم کو پورا اسلام پہنچا ہے، ان کا کسی بدعت یا غیر شرعی اَمر پر اتفاق کر لینے کو ممکن سمجھنا ان کی ثقاہت فی الحدیث کا انکار کرنا ہے۔

کھوٹے اور کھرے :

مگر جیسے ہر جماعت کے اندر کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں اِسی طرح سے اِس جماعت میں بھی کھوٹے داخل ہوگئے ہیں جن کا مقصد اپنی خواہشوں کو پورا کرنا دین کو جال بنا کر کے دنیا حاصل کرنا ہے ہر زمانے میں ایسے ہوتے رہے ہیں اور ہر جماعت میں ایسے ہوتے ہیں ایسوں کی برائی کی وجہ سے اس فن کے اندر برائی نہیں پیدا ہوتی، اِسی واسطے مولانا رومیؒ نے فرمایا :

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

بسا اَوقات شیطان آدم علیہ السلام کے بھیس میں آئے گا تم کو سوچنا چاہیے، سمجھنا چاہیے، ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، مقدمہ تمہارا سرکاری ہوتا ہے تو ہر وکیل کو وکیل نہیں بناتے آپ سوچتے ہیں، ہر ڈاکٹر کو اپنا معالج نہیں بناتے، ہر حکیم کے پاس علاج کے لیے نہیں جاتے بلکہ آپ سوچتے ہیں سمجھتے ہیں دیکھتے ہیں کون حکیم قابل ہے ؟ اس کے پاس جائیں دنیا میں یہ معاملہ ہے، اور اللہ کی رضا وخوشنودی یا آخرت کے واسطے جو بھی ملا اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے چاہے اچھا ہو بُرا ہو، نماز کا پابند نہیں، روزہ کا پابند نہیں، شریعت کا پابند نہیں، بیعت کرتا ہے عورتوں کی بے پردگی کے ساتھ (ایسا کرنا غلط ہے، ایسا شخص پیر بنانے کے قابل نہیں) جناب رسول اللہ ﷺ مردوں کی جو بیعت کرتے تھے تو ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر کے یا اگر بڑا مجمع ہوا تو کپڑا پکڑا کر کے۔

عورتوں سے بیعت کا طریقہ :

مگر عورتوں کی بیعت کبھی ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کے نہیں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخاری میں یہ روایت کئی جگہ آئی ہے کہ وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَدَ امْرَاَۃٍ قَطُّ اِنَّمَا بَایَعَھُنَّ بِالْقَوْلِ [1] او کما قال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے چھوا نہیں گیا، بیعت کرنے کے وقت پردہ سے باہر سے رسول اللہ ﷺ بیعت کرتے تھے زبان سے یا کپڑا دے دیا گیا۔

---

[1] بخاری شریف باب بیعۃ النساء رقم الحدیث ۷۲۱۴

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر متقی پرہیز گار کون ہوسکتا ہے ؟ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کسی اجنبی عورت کو سامنے نہ کریں ہاتھ سے ہاتھ نہ ملائیں اور بیعت اِس طرح سے کریں مگر آج یہ گمراہ شیطان اثر والے لوگ کہتے ہیں عورتوں سے کہ ہمارے سامنے آؤ، پردہ اُٹھادو ہم قیامت میں محشر میں تم کو پہچانیں گے کیسے جب تک کہ ہم تمہارا چہرہ نہ دیکھ لیں، تم تو ہماری بیٹیاں ہو، تم تو ہماری پوتیاں ہو، نواسیاں ہو، ہم سے پردہ کیا ؟ یہ تمام شیطانی کاروائیاں ہیں۔

سب کے آقا حضرت محمد ﷺ تھے سب عورتیں اُن کی بیٹیاں ہیں قرآن شریف میں فرمایا گیا ﴿وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ۱؎ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں تمام مومنین کی مائیں ہیں جب وہ مائیں ہیں تو آپ باپ ہوئے، بعض قراء ات میں ہے وَهُوَ اَبُوْهُمْ . مگر باوجود اس کے جناب رسول اللہ تو بے پردہ سامنے نہ آنے دیں اور ہاتھ سے ہاتھ نہ ملائیں مگر آج ایسے غلط کار لوگ ہیں جو پردہ اُٹھاتے ہیں، بدن دبواتے ہیں، ہاتھ پیر دبواتے ہیں، تنہائی کے اندر جمع ہوتے ہیں، یہ سب کی سب غلط بات ہے ناجائز بات ہے جو شخص ایسا کرتا ہے وہ پیر نہیں شیطان ہے ایسے پیروں سے بچنا چاہیے۔ تو اس واسطے سوچنے کی بات ہے کہ قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ ۲؎ کہ جو ہماری طرف دھیان رکھتا ہے ہماری طرف لوٹتا ہے اُس کے راستے پر چلو، اِسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں :

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

بسا اَوقات ابلیس آدم علیہ السلام کے بھیس میں آتا ہے تو تم کو سوچنا چاہیے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، دنیا کے کام تو پرکھ پرکھ کر کے کرتے ہو تجارت مقدمہ بازی علاج اور جتنی چیزیں ہیں پرکھ پرکھ کر کے کرتے ہو مگر یہ کیسی بیوقوفی ہوتی ہے کہ جہاں سنا یہ پیر صاحب ہیں بس وہاں جا کر کے بیعت کرنے لگے غلط راستے پر چلنے لگے، یہ غلط چیز ہے سچوں کے ساتھ رہو۔ اور پھر جو کام کرو اُس کے اندر یہ بھی دیکھ لو کہ یہ کام خلافِ شریعت تو نہیں، اگر اُس نے کہا کہ کسی بت کو سجدہ کرو کسی قبر کو سجدہ کرو

۱؎ سُورۃ الاحزاب : ٦ ۲؎ سُورہ لقمان : ۱۵

کوئی کام خلافِ شریعت کا حکم کرے تو کوئی بھی ہو، آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں :
لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ [۱] خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔

خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں :

آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک شخص کو ایک لشکر کا سردار بنایا اور لشکر کو جہاد کے لیے بھیجا اور کہا کہ اِس سردار کی تابعداری کرنا وہ ایک جگہ پہنچتا ہے کچھ لوگوں نے اس سے مذاق کیا تو اُس کو غصہ آ گیا اُس نے سب کو کہا کہ لکڑی جمع کرو، سبھوں نے لکڑی جمع کی، کہا کہ اِس میں آگ لگاؤ، اس میں آگ بھی لگادی، اب کہتا ہے ان لوگوں سے کہ آگ میں کود جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے تم کو حکم دیا تھا کہ میری تابعداری کرنا تو بعضے لوگوں نے ارادہ کیا کہ کود جائیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تابعداری کا حکم دیا تھا، دوسرے لوگوں نے پکڑا اور کہا کہ ہم نے تو حضرت محمد ﷺ کی تابعداری آگ سے بچنے ہی کے واسطے کی ہے کیا آج ہم آگ میں اِس کے حکم سے جائیں، اس میں کچھ کھینچا تانی ہوتی رہی اتنے میں آگ بجھ گئی اور اس صحابی کا جو سردار تھا غصہ جاتا رہا، معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

جہاد سے جب لوٹ کر کے آئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو آپ بہت خفا ہوئے دونوں پر، سردار پر تو خفا ہوئے ہی، ان لوگوں پر بھی جو کودنے کا ارادہ کرتے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ [۲] کسی کی تابعداری اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہے سردار کی تابعداری کا حکم ہے معروف میں، شریعت کے موافق باتوں میں، ایسی بات میں کہ جو شریعت کے خلاف ہے کسی کی تابعداری نہیں۔

اگر مرشد کہتا ہے کہ تم بت کو سجدہ کرو قبر کو سجدہ کرو تو ہرگز اُس کی تابعداری نہیں ایسے مرشد کو دفع کرنا چاہیے، وہ ایسی باتیں تلقین کرتا ہے جس کی وجہ سے اُس کے مرشد ہونے کو باقی نہ رکھا جائے، وہ شیطان ہے تو آقائے نامدار علیہ الصلٰوۃ والسلام کے زمانے میں ایسا پیش آیا، بعضے بیوقوف کہتے ہیں کہ

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الامارۃ و القضاء رقم الحدیث ۳۶۹۶

[۲] ابوداؤد شریف کتاب الجہاد باب فی الطاعۃ ج ا ص ۳۵۳

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبوَد ز راہ و رسم منزلہا ۱؎

اس کے معنٰی غلط بیان کرتے ہیں، اگر مرشد خلافِ شریعت کوئی بات حکم کرتا ہے صریح شریعت کے خلاف تو ہرگز اُس کی تابعداری نہیں۔

بہرحال بیعت کرنا اَمرِ شرعی ہے اور سلوک جناب رسول اللہ ﷺ کی تابعداری ہی کرنے کا نام ہے، اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے ہی کا نام ہے، جو کچھ کمال ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی تابعداری میں ہے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا آپ کے حکم پر چلنا اسی میں نجات ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۲؎ او کمال قال تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، پورا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُس کے باپ سے، اس کے بیٹے سے، تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں رسول اللہ ﷺ سے محبت زیادہ سے زیادہ ہونی تمام دنیا سے، تمام خاندان سے بڑھی ہوئی ضروری ہے آپ ہم اپنی بیوقوفی کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعوٰی بھی کرتے ہیں اور ان کے طریقہ کو چھوڑتے ہیں، اُن کی صورت سے ہم نفرت کرتے ہیں، ہم اُن کے دشمنوں کی صورت بناتے ہیں، لارڈ جارج اور کرزن اور فرنچ فیشن ان لوگوں کی صورتیں بناتے ہیں ان کے فیشن کو اپنا فیشن بناتے ہیں ڈاڑھیاں کترواتے ہیں، بال انگریزی فیشن کے، انگریزی طریقہ کے رکھتے ہیں، لباس ویسے پہنتے ہیں کام ویسے کرتے ہیں، یہ انتہائی غلطی ہے اور اس کی وجہ سے خداوند کریم کی رحمت ہم سے دُور ہوتی ہے اور خدا کا غضب ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ میرے بھائیو! سمجھنا چاہیے غلط طریقہ پر نہ چلنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ ۳؎ اے محمد ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اللہ کی محبت ہے اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہو، اللہ کی عنایت اور مہربانی چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ تم حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

۱؎ ترجمہ : اگر تمہیں شیخ کامل مصلے کو شراب میں رنگنے کا حکم دے تو رنگ لو کیونکہ وہ منزل (مقصود) کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔ ۲؎ بخاری ج۱ ص ۷ و مسلم ج۱ ص۴۹ ۳؎ سُورہ الِ عمران : ۳۱

حضرت محمد ﷺ تاکید فرماتے ہیں خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ [۱] ''مشرکوں کی صورت اور سیرت سے بچو اور خلاف کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ۔''
آج ہماری بیوقوفی کی وجہ سے ہمارے اندر یہ غلطی پیدا ہوگئی ہے کہ صورت غیروں کی، اللہ اور رسول کے دشمنوں کی بنانے پر ہم فخر کرتے ہیں، ڈرنا چاہیے کہیں جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کی ہمارے اُوپر گرفت نہ ہوجائے غضب نہ ہوجائے، صورت اور سیرت جناب رسول اللہ ﷺ کی بنائیے۔

تاکید ذکر اللہ :

اور اللہ کے ذکر سے غافل مت ہوئیے میرے بھائیو ! یہ عمر عزیز جو ملی ہوئی ہے اِس کو غنیمت سمجھیے جس قدر ممکن ہو اللہ کا ذکر اِس وقت کر لیجیے بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر، جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ ہر چیز کے مانجھنے کی، ملمع کرنے کی، چمکانے کی چیزیں ہوتی ہیں، دلوں کے صاف کرنے کا، ملمع کرنے کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے پھر فرماتے ہیں مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ [۲] کوئی چیز اللہ کے عذاب سے اِس قدر بچانے والی نہیں ہے، کوئی اَمر اللہ کے عذاب سے اِس قدر بچانے والا نہیں ہے جتنا کہ اللہ کا ذکر بچانے والا ہے۔ اللہ کا ذکر خدا کے غضب سے، خدا کی پکڑ سے، خدا کے غصے سے جس قدر بچاتا ہے اور کوئی چیز نہیں بچاتی۔ ڈاڑھی کا منڈانا یا خشخشی کرانا، ایک مٹھی سے کم کتروانا شریعت میں جائز نہیں ہے، اگر پکا اِرادہ ہے کہ شریعت کے موافق ڈاڑھی رکھیں گے، تب تو بیعت ہوئیے اور اگر پکا ارادہ نہیں ہے شریعت کے موافق ڈاڑھی رکھنے کا تو چلے جائیے، کیوں صاحب سب وعدہ کرتے ہیں کہ شریعت کے موافق ڈاڑھی رکھیں گے اور جو حکم ہے شریعت کا اُس کے اُوپر چلیں گے۔

مجموعی آوازیں : ڈاڑھی رکھیں گے شریعت پر چلیں گے

---

[۱] بخاری شریف کتاب اللباس رقم الحدیث ۵۸۹۲ [۲] مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۲۸۶

بیعت:

تو جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں تو دوزانو اِس طرح بیٹھ جائیے اور کپڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیجیے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَن یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَن یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ (ﷺ) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا.

کہیے : اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

''گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کیے جانے کے قابل نہیں ہے، اکیلا ہے وہ، کوئی اُس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ ہے وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے اَفعال میں، اکیلا ہے وہ کوئی اُس کا ساجھی اور شریک نہیں، اور ایمان لایا میں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جو کچھ اُنہوں نے فرمایا وہ سب حق ہے، اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر اور اُس کے سب فرشتوں پر اور اُس کی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر، داخل ہوا میں دینِ اسلام میں سچے دل سے، بَری اور بیزار ہوں میں سب دینوں سے سوائے دینِ اسلام کے، بیعت کی میں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بواسطہ

اُن کے خلفاء کے، عہد کرتا ہوں میں کہ شرک نہ کروں گا، کفر نہ کروں گا، بدعت نہ کروں گا، چوری نہ کروں گا، زِنا نہ کروں گا، کسی کو ناحق قتل نہ کروں گا، کسی پر بہتان نہ باندھوں گا، جہاں تک ہو سکے گا خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہوں گا، اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہوں گا اور اگر کبھی کوئی گناہ ہو گیا تو بہت جلد توبہ کروں گا، توبہ کرتا ہوں میں اپنے سب گناہوں سے، اگلے ہوں یا پچھلے، چھوٹے ہوں یا بڑے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا، اے اللہ ! تو سب کچھ سنتا ہے تو سب کچھ دیکھتا ہے تو سب کچھ جانتا ہے، تجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں تو گناہوں کا بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے، تو توبہ کو بار بار قبول کرنے والا اور کریم ہے، میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ بیعت کی میں نے حسین احمد کے ہاتھوں پر طریقہ چشتیہ صابریہ اور طریقہ چشتیہ نظامیہ اور طریقہ نقشبندیہ اور طریقہ قادریہ اور طریقہ سہروردیہ میں۔

اے اللہ ! میری بیعت قبول فرما اور مجھ کو اِن سلسلوں کے بزرگوں کے طفیل میں اپنی سچی محبت اور کامل ایمان عطا فرما، میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور آخرت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ساتھ اور آپ کی شفاعت اور جنت نصیب ہو۔"

(اس کے بعد حضرتؒ نے خفی دعا فرمائی جیسا کہ آپ کا معمول تھا)

رمضان المبارک کے عشرۂ اَخیرہ کے اَحکام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے :

وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْيٰ لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ . (رواہ البخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۸۲)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اَقدس ﷺ اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں کے اَندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے اِس کے علاوہ دُوسرے اَیام میں اِتنی محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ ﷺ تہبند کس لیتے تھے۔ علماء نے اِس کے دو مطلب بتائے ہیں : ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں کو جاگتے تھے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ ''خوب کمر کس لو'' اور دُوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیبیوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اِعتکاف بھی ہوتا تھا اِس لیے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔

حدیث کے آخر میں جو وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ فرمایا اِس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں حضور ﷺ خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر جاگتے رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اِس مقصد کے لیے جگاتے تھے۔

بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اَجرو ثواب کے لینے کا لالچ ہو، وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل وعیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔

حضور اَقدس ﷺ خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے پھر رمضان کے اندر خصوصًا اَخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے تھے کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اَخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے، آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں لہٰذا اَخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو بھی جگاتے تھے، بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں، یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور اُن کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لیے اُٹھانے اور شب ِقدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو، جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو اُن کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت عطا فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شب ِقدر کی فضیلت :

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے پھر اِس ماہ میں اَخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے، اِس عشرہ میں شب ِ قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے، قرآنِ مجید میں اِرشاد فرمایا ﴿لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ﴾ یعنی شب ِقدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں پھر شب ِقدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا، ہزار مہینے سے شب ِقدر کس قدر بہتر ہے اِس کا علم اللہ ہی کو ہے، مومن بندوں کے لیے شب ِقدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے، ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں اِس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے اِسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے :

مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ. (ابن ماجه)

''یعنی جو شخص شبِ قدر سے محروم رہا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شبِ قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اُس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس کروڑ روپے پالے، اُس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع مِلا پھر اُس نے توجہ نہ کی تو اُس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی اُمتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اِس اُمت کی عمر بہت سے بہت ستر اسی سال ہوتی ہے اللہ پاک نے یہ اِحسان فرمایا کہ اُن کو شبِ قدر عطا فرمادی اور ایک شبِ قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا، محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی اُمتوں سے بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ کا فضل و اِنعام ہے کہ اِس اُمت کو سب سے زیادہ نوازا، یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں، رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو خصوصًا آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اِس میں بھی شبِ قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو بچوں کو بھی ترغیب دو۔

شبِ قدر کی دُعا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ شبِ قدر میں کیا دُعا کروں تو آپ نے یہ دُعا تعلیم فرمائی

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

''اے اللہ ! اِس میں شک نہیں کہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے لٰہذا مجھے معاف فرما دیجئے۔''

دیکھیے کیسی دُعا اِرشاد فرمائی ، نہ زَر مانگنے کو بتایا نہ زمین ، نہ دھن نہ دولت ، کیا مانگا جائے ؟ معافی ! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے ، وہاں کا کام معاف فرمانے سے چلے گا ، اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دُنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت وثروت بیکار ہوگا ، اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے ایک حدیث میں اِرشاد ہے :

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (بخاری شریف)

''جو شخص لیلة القدر میں اِیمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے)

کھڑا رہا اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اِسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغولِ عبادت رہے۔ بعض علماء نے فرمایا ''اِحْتِسَابًا'' کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو ، بوجھ سمجھ کر بددِلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اِعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اُتنا ہی عبادت میں مشقت برداشت کرنا سہل ہوگا ، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ اِلٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اُس کا اِنہماک ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اور اِس جیسی اَحادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے ، علماء کا اِجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں اَحادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں ، عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہوجائے کس قدر نفعِ عظیم ہے۔

شبِ قدر کی تاریخیں :

شبِ قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارِد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو لہٰذا رمضان کی اکیسویں تیئسویں پچیسویں ستائیسویں اُنتیسویں رات کو جاگنے اور عبادت

کرنے کا خاص اہتمام کریں، خصوصًا ستائیسویں شب کو ضرور جاگیں کیونکہ اس دِن شب ِقدر ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اس لیے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب ِقدر کی اطلاع فرمادیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب ِقدر کی اطلاع دُوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اِس کی تعیین میرے ذہن سے اُٹھالی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔

لڑائی جھگڑے کا اَثر :

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم ﷺ کے قلب ِمبارک سے شب ِقدر کی تعیین اُٹھالی یعنی کس رات شب ِقدر ہے مخصوص کر کے اُس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اُٹھالیا گیا، اگرچہ بعض وجوہ سے اِس میں بھی اُمت کا فائدہ ہوگیا، جیسا کہ اِنشاء اللہ ہم ابھی ذکر کریں گے لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شب ِقدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح :

علمائے کرام نے شب ِقدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب ِقدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں :

☆ اَوّل یہ ہے کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دُوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور صورتِ موجودہ میں اس اِحتمال پر کہ شاید آج ہی شب ِقدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

☆ دُوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کیے بغیر نہیں رہتے، تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اَندیشہ ناک تھی۔

☆ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی چند راتیں میسر ہو ہی جاتی ہیں۔

☆ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

☆ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں، اِس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض اِحتمال پر رات رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اِن کے علاوہ اور بھی مصالح ہوسکتی ہیں ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اُس خاص رمضان المبارک میں تعیین بُھلا دی گئی ہو اور اُس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

رمضان کے آخری عشرہ میں اِعتکاف :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ. (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اَقدس ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے وفات ہونے تک آپ کا یہ معمول رہا، آپ کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔''

تشریح : رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ وسیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیے جتنا ممکن ہو اِس ماہ میں نیک کام کرلو اور ثواب لوٹ لو پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو عشرۂ اَخیرہ کہا جاتا ہے) اِعتکاف بھی کیا جاتا ہے۔ حضور اَقدس ﷺ ہر سال اِن دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں، آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی بیویوں نے اِعتکاف کا اہتمام کیا جیسا کہ اُوپر حدیث میں مذکور ہوا، یہ ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ زمانۂ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے اِس میں انسان یکسو ہو کر اپنے اللہ سے لو لگائے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شبِ قدر بھی ہوتی ہے اِس لیے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں، اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہو اُن کے لیے وہی مسجد ہے عورتیں اُسی میں اعتکاف کریں، رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پانچ وقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں جم کر رہنے کو ''اعتکاف'' کہتے ہیں۔ جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے البتہ پیشاب پاخانہ کے لیے وہاں سے چلے جانا درست ہے، اعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے وہیں سوئے وہیں کھائے قرآن پڑھے نفلیں پڑھے تسبیحوں میں مشغول رہے جہاں تک ممکن ہو راتوں کو جاگے اور عبادت کرے، خاص کر جن راتوں میں شبِ قدر کی اُمید ہو اُن راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کرے۔

مسئلہ : اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں، نہ رات میں نہ دن میں۔

مسئلہ : یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے چالے، یہ غلط ہے بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی باتیں کرنا کسی کو نیک بات بتا دینا اور برائی سے روک دینا، بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا یہ سب درست ہے اور عورت کے لیے اس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ : اگر اعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اُس کا اعتکاف وہیں ختم ہو گیا،

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضاء کرلیں۔

حضور اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے اور اُس کے لیے (اُن) سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے (جنہیں اعتکاف کے باعث انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔(مشکوۃ شریف)

جس دن صبح کو عید یا بقر عید ہو اُس رات کو بھی ذکر ،عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا اُس دن اُس کا دل مُردہ نہ ہوگا جس دن (یعنی قیامت کے دن) دل مُردہ ہوں گے۔(الترغیب والترہیب)

رمضان کے بعد دو اہم کام :

صدقۂ فطر :

حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے مقرر فرمایا ہے۔(اَبوداؤد)

شش عید کے روزے :

فخر کونین ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اُس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھے تو پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔(مسلم شریف)

نتائج سالانہ امتحان دورہ حدیث شریف (۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء)

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

نمبر شمار	اسم الطالب	اسم الاب	مدیریہ	حاصل کردہ نمبر	تقدیر
1	احسان اللّٰہ	برات خان	لاہور	490	ممتاز
2	احسان اللّٰہ	وحید اللّٰہ	لاہور	299	جید
3	اسد اللّٰہ	شیرمحمد	صوابی	410	جیدجدًا
4	اشفاق احمد	عبدالعلی	زیارت	428	جیدجدًا
5	انعام اللّٰہ	غنی الرحمن	ٹانک	335	جید
6	بہاؤالدین	محمد زاھد	بٹگرام	367	جیدجدًا
7	جاوید اقبال	گل سمبرخان	چترال	420	جیدجدًا
8	حافظ غلام مرتضی	غلام رسول	بہاولنگر	346	جید
9	حافظ محمد	جان محمد	قصور	382	جیدجدًا
10	حافظ شہبازشریف	محمد شریف	لاہور	410	جیدجدًا
11	حضرت اللّٰہ	محمد عمر	چترال	355	جیدجدًا
12	حفظ الرحمن	عبدالمنان	لاہور	312	جید
13	خالد حسین	محمد رفیق	مستونگ	367	جیدجدًا
14	ذیشان احمد	صادق حسین	ٹوبہ ٹیک سنگھ	460	جیدجدًا

15	رمیض اشرف	محمد اشرف	قصور	455	جیدجدا
16	شاھد اکبر	وزیراعظم شاہ	غزر	416	جیدجدًا
17	شاھد آفریدی	صاحب شاہ	خانیوال	320	جید
18	شبیر احمد	بشیر احمد	قصور	330	جید
19	عبدالباعث	عبدالھادی	صوابی	341	جید
20	عبدالرحمن	محمد اکرم	بھاولنگر	418	جیدجدًا
21	عبدالصبور	صفت ولی	گلگت	395	جیدجدًا
22	عبدالمالك	میرم	کرم ایجنسی	405	جیدجدًا
23	عبیداللّٰہ	محمد یعقوب	مانسھرہ	305	جید
24	عتیق الرحمن	حامد خان	مظفرگڑہ	419	جیدجدًا
25	عثمان غنی	جھانگیر	کوھستان	365	جیدجدًا
26	عطاء الرحمن	کمین	دیر	320	جید
27	علیم اللّٰہ	یٰسین بادشاہ	کرك	381	جیدجدًا
28	عماد حفیظ	عبدالحفیظ	ایبٹ آباد	399	جیدجدًا
29	فیاض الرحمن	مختار احمد	قصور	424	جیدجدًا
30	ماجد حمید	عبدالحمید	بنوں	395	جیدجدًا
31	محمد ابوبکر	محمود احمد	لاھور	326	جید
32	محمد ابوبکرصدیق	عبدالرشید	لاھور	328	جید

33	محمد اقبال	مجید خان	ڈی آئی خان	320	جید
34	محمد الیاس	محمد عرفان	مانسہرہ	380	جیدجدًا
35	محمد امجد	خوشی محمد	قصور	275	مقبول
36	محمد حسان معاویہ	حافظ عبدالرحمن	لاہور	397	جیدجدًا
37	محمد حسن معاویہ	محمد انور رشیدی	لیہ	352	جید
38	محمد دلشاد	محمد افضل	بہاولپور	446	جیدجدًا
39	محمد شعیب	محمد روزدار	قصور	310	جید
40	محمد شکیل	نسیم خان	کوہاٹ	327	جید
41	محمد شہباز	عبدالغفار	ٹوبہ ٹیک سنگھ	480	ممتاز
42	محمد طلحہ	محمد ادریس	نارووال	379	جیدجدًا
43	محمد فرحان	چوھدری نورمحمد	ملتان	447	جیدجدًا
44	محمد قاسم	شفیع محمد	قصور	318	جید
45	محمدکلیم اللّٰہ	میاں عبداللّٰہ	چکوال	302	جید
46	محمد معظم علی	محمد اصفر	لیہ	399	جیدجدًا
47	محمد نور زمان	محمد کریم	لاہور	305	جید
48	محمد وقار یونس	محمد یونس	قصور	334	جید
49	محمد وقاص سلیم	محمد سلیم	قصور	355	جیدجدًا
50	محمد یونس عالم	محمد یوسف	اوکاڑہ	431	جیدجدًا

51	محمود الرحمن	شهزاده جان	غزر	385	جیدجدًا
52	میاں محمد احسن	حاجی محمد رفیق	نارووال	428	جیدجدًا
53	میاں محمد محسن	حاجی محمد رفیق	نارووال	359	جیدجدًا
54	یاسر حنیف	محمد حنیف	لاهور	440	جیدجدًا

انس دواخانہ

مولانا حکیم سعید احمد صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ جدید

فاضل طب نیشنل کونسل پاکستان طبیہ کالج فیصل آباد

معروف معالج کینسر، ہیپاٹائیٹس، شوگر، رسولی

ہمارے ہاں تمام امراض کا شافی علاج کیا جاتا ہے

جامعہ فاروقِ اعظمؓ بالمقابل اعظم گیس ایجنسی پنڈ چھجووالہ مانگا روڈ رائیونڈ

رابطہ نمبر : 0333 - 0413204 0306 - 0658450

اوقات : صبح 8 بجے تا دوپہر 1 بجے

قسط : ٨

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ؒ

✿ ✿ ✿

مسجدوں میں بچوں کو لے جانا :

(١٥) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ جَنِّبُوا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ وَ شِرَاءَ کُمْ وَ بَیْعَکُمْ وَ خُصُومَاتِکُمْ وَ رَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَ اِقَامَةَ حُدُوْدِکُمْ وَ سَلَّ سُیُوْفِکُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰی اَبْوَابِھَا الْمَطَاھِرَ.[١]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچایا کرو، ان میں خرید وفروخت، لڑائی جھگڑا اور شور وغل نہ کیا کرو، ان میں حدود قائم نہ کیا کرو، تلواریں نہ سونتا کرو اور ان کے دروازوں پر طہارت خانے بنواؤ۔''

گمشدہ چیز مسجد میں تلاش کرنا :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّةً فِی الْمَسْجِدِ فَلْیَقُلْ لَا رَدَّھَا اللّٰہُ عَلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا.[٢]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو آدمی مسجد میں کسی شخص کو کسی گمشدہ چیز کی تلاش کرتا ہوا سنے تو سننے والے کو کہنا چاہیے کہ اللہ کرے تجھے وہ چیز نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔''

(جاری ہے)

---

[١] سُنن ابن ماجہ کتاب المساجد و الجماعات باب ما یکرہ فی المساجد رقم الحدیث ٧٥٠

[٢] مشکوۃ شریف کتاب الصلاۃ باب المساجد و مواضع الصلاۃ رقم الحدیث ٧٠٦

اصلاحی مقالات سلسلہ نمبر۳، قسط : ۳

توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا طریقہ

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

حقوق العباد کے بارے میں چند تنبیہات :

(۱) جو حضرات کسی مسجد یا کسی دوسرے وقف کے متولی ہیں یا کسی مدرسہ کے مہتمم ہیں اُن کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا سخت ضروری ہے، جب وقف کا مال قبضہ میں ہوتا ہے اور عام طور سے چندہ کی رقوم آتی رہتی ہیں اُن سب کو وقف کرنے والے کی شروط کے مطابق اور چندہ دینے والوں کی متعین کردہ مد کے مطابق ہی خرچ کرنا لازم ہے، بہت سے لوگ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس بارے میں خوفِ آخرت سے بے نیاز ہو کر ایسی ایسی حرکتیں کر گزرتے ہیں جو اُن کے لیے آخرت کا وبال اور عذاب بنتی چلی جاتی ہے۔

مسجد و مدرسہ کے لیے سفیر بن کر چندہ کرنے نکلتے ہیں، بہت سے لوگ تو پیسہ دے دیتے ہیں رسید مانگتے ہی نہیں اور بعض حضرات رسید لینے کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن سفیر صاحب کی دیانت پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے رسید کے اس حصہ پر کیا لکھا ہے جو حساب لینے والوں کے سامنے پیش کرنا ہے، اس طرح سے جو چندہ ہوتا ہے اُس میں سے غبن کرنا بہت آسان ہوتا ہے آخرت کی جوابدہی کا یقین نہ ہو تو نفس اور شیطان خیانت کرواہی دیتے ہیں۔

عیدگاہ یا کسی بڑے اجتماع میں مدرسہ یا مسجد کے لیے چندہ کا اعلان کر دیا گیا اس موقع پر رسید نہیں دی جاتی پورا چندہ جمع ہو کر مہتمم یا متولی کے پاس پہنچ جاتا ہے اگر آخرت میں حساب دینے کا تصور نہ ہو تو اس میں سے جتنا چاہیں غبن کر سکتے ہیں اس کی بعض تلخ داستانیں سنی گئی ہیں۔

بہت سی جگہ اس کی بھی خلاف ورزی کی جاتی ہے کہ جن حضرات کو خوفِ خدا نہیں وقف کے بہت سے اموال اپنی اولاد یا دیگر افراد خاندان پر یا اپنی ذات پر بلا استحقاقِ شرعی خرچ کر جاتے ہیں۔

اس قسم کی خیانت اور مساجد و مدارس کے اموال کا غبن کسی شخصِ واحد کا مال مارنے سے بھی زیادہ شدید ہے کیونکہ شخصِ واحد سے معافی مانگ کر یا ادا کر دینا آسان ہے لیکن عمومی چندہ یا عام مستحقین کی خیانت کرنے کے بعد تلافی کرنا دُشوار ترین گھاٹی ہے، اگر اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے دے تو اہلِ حقوق نامعلوم ہونے کی وجہ سے ان تک حقوق پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں ہوسکتا۔

محض یاددہانی اور تذکیر کے طور پر یہ باتیں لکھ دی گئی ہیں جو خیر خواہی پر مبنی ہیں اور اجمالی طور پر اِشارہ کیا گیا، جو حضرات مبتلا ہوں اپنا جائزہ لیں اور اپنا انجام سوچ کر اس مال میں تصرف کریں جو اُن کا ذاتی نہیں ہے دوسرے پر خرچ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو امین بنایا ہے۔

(۲) سب کو معلوم ہے کہ یتیم کا مال کھانا اور اصول شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی مِلک میں لے لینا یا اپنے اُوپر یا اپنی اولاد کے اُوپر خرچ کر دینا سخت گناہ ہے اور حرام ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے :

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴾ (سُورۃ النساء : ۱۰)

''بے شک جو لوگ ناحق یتیموں کے مال کھاتے ہیں بس یہی بات ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جلتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔''

جو لوگ یتیم خانوں کے نام سے ادارے لیے بیٹھے ہیں اور وہ یا اُن کے سفراء چندہ کرتے ہیں وہ لوگ اِس آیت کے مضمون پر غور کرلیں اور اپنا حساب اِسی دنیا میں کرلیں، شرعًا جتنا حق الخدمت لے سکتے ہیں اُس سے زیادہ تو نہیں لے رہے ہیں ؟ خوب غور فرمالیں اگر کوئی غبن کیا ہے تو اس کی تلافی یومِ آخرت سے پہلے کرلیں۔

اور بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یتیم کا مال کھانے کا گناہ انہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جو یتیم خانے چلا رہے ہیں لیکن درحقیقت گھر گھر یتیموں کا مال کھایا جاتا ہے، جب کسی شخص کی وفات ہوجاتی ہے اس کی نابالغ اولاد لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب یتیم ہوتے ہیں، شرعی اصول کے مطابق میراث تقسیم

نہیں کی جاتی یا چچا یا بڑے بھائی کے قبضہ میں مرنے والی کی رقوم اور جائیداد جو کچھ ہوتی ہیں اُن میں سے تھوڑا بہت بغیر حساب ان بچوں پر خرچ کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ تو ان کے مستحقین پر کچھ بھی خرچ نہیں کرتے اور پوری جائیداد پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اپنے یا اپنی اولاد کے نام کر دیتے ہیں، جب یہ یتیم بچے بالغ ہوتے ہیں تو باپ کی میراث میں سے ان کو کچھ نہیں ملتا، یہ سب یتیم کا مال کھانے میں داخل ہیں، اگر کسی نے بہت ہمت کی اور مرنے والے کی جائیداد اور مال تقسیم کر ہی دیا تو اس میں مرنے والے کی بیوی اور بچوں کو کچھ بھی نہیں دیتے، یہ سب بیوہ اور یتیم کا مال کھانے میں شامل ہے۔

(۳) بہت سے دینداری کے مدعی مرنے والے بھائی کی جائیداد سے اُس کی بیوی کو حصہ نہیں دیتے بلکہ اُسے مجبور کرتے ہیں کہ تو ہمارے ساتھ نکاح کر لے وہ بیچاری مجبوراً نکاح کر لیتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے شریعت کی پاسداری کر لی حالانکہ نکاح کر لینے سے اس کے شوہر کی میراث سے جو شرعاً حصہ اس کو ملا ہے اُس کا دبا لینا پھر بھی حلال نہیں ہو جاتا، یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عورت کو جائیداد میں حصہ دے دیا گیا تو ہماری زمین کا حصہ دوسرے خاندان میں چلا جائے گا اگر چلا ہی گیا تو کیا ہوا ؟ بیوہ عورت کا مال مارنے اور آخرت کے عذاب سے تو بچ جائیں گے۔

(۴) ہمارے علاقوں میں رواج ہے کہ میت کے ترکہ میں سے اس کی لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے بلکہ بھائی ہی دبا بیٹھتے ہیں جو سراسر ظلم کرتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنا حق مانگتی نہیں ہیں اور معاف کرانے سے معاف بھی کر دیتی ہیں واضح رہے کہ حق نہ مانگنا دلیل اس بات کی نہیں کہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے اور جیسی جھوٹی معافی ہوتی ہے اُس کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ہم کو ملنا تو ہے ہی نہیں لہٰذا معاف ہی کر دیتی ہیں اور اپنا حق طلب کرنے سے خاموش رہتی ہیں، اگر ان کا حصہ بانٹ کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے کہ لو یہ تمہارا حصہ ہے اور جائیداد کی آمدنی جتنی بھی ان کے حصہ کی ہو اُن کو دے دی جائے اور وہ اس کے باوجود معاف کر دیں تو معافی کا اعتبار ہوگا، مجبوری رسمی معافی کا اعتبار نہیں۔

بعض لوگ نفس کو یوں سمجھا لیتے ہیں کہ زندگی بھر ان کو ان کی سسرال سے بلائیں گے بچوں

سمیت آئیں گی کھائیں گی پئیں گی اِس سے ان کا حق ادا ہو جائے گا یہ سب خود فریبی ہے۔ اوّل تو ان پر اتنا خرچ نہیں ہوتا جتنا میراث میں حصہ نکلتا ہے دوسرے صلہ رحمی کرنا ہے تو اپنے پیسہ سے کرو، پیسہ اُن کا اور احسان آپ کا کہ ہم نے بہن کو بلایا اور خرچ کیا ہے، یہ کیا صلہ رُحمی ہوئی، تیسرے ان سے معاملہ کرو کیا اس سودے پر وہ راضی ہیں ؟ یکطرفہ فیصلہ کیسے فرمالیا !

(۵) اسی طرح مہر کو بھی سمجھو کہ رسمی طور پر بیوی کے معاف کر دینے سے معاف نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے معاف نہ کر دے، اگر اس نے یہ سمجھ کر زبانی طور پر معاف کر دیا کہ معاف کروں یا نہ کروں ملتا تو ہے ہی نہیں تو اس معافی کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئًا﴾ ''سو اگر تمہاری بیویاں نفس کی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو تم اس کو مرغوب اور خوشگوار سمجھتے ہوئے کھالو۔''

اس بارے میں بھی یہی صورت کریں کہ اُن کا مہر اُن کے ہاتھ میں دے دیں پھر وہ اپنی خوشی سے بخش دیں اُس کو بے تکلف قبول کر لیں۔

(۶) لڑکیوں کی شادی کر دی جاتی ہے اور ان کا مہر والد یا دوسرا کوئی ولی وصول کر لیتا ہے وصول کر لینا اور اس کی ملکیت جانتے ہوئے محفوظ رکھنا تو ٹھیک ہے لیکن لڑکی سے پوچھے بغیر اس کے مال کو اپنے تصرف میں لانا اور اپنا ہی سمجھ لینا پھر اس کو کبھی بھی نہ دینا یا اُوپر کے دل سے جھوٹی معافی کرا لینا یہ حلال نہیں ہے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ صاحب شادی میں جو ہم نے خرچ کیا ہے اس کی عوض یہ رقم ہم نے وصول کر لی یا جہیز میں لگا دی حالانکہ والد یا کوئی ولی رواجی اخراجات کرتا ہے عموماً یہ سب کچھ نام کے لیے ہوتا ہے اور بہت سے کام شریعت کے خلاف بھی ہوتے ہیں، گانا بجانا اور رنڈی کے ناچ رنگ ہوتے ہیں، جہیز بھی دکھاوے کے لیے دیا جاتا ہے اور وہ چیزیں جہیز میں دی جاتی ہیں جو زندگی بھر کبھی کام بھی نہ آئیں، سب جانتے ہیں کہ خلافِ شرع اور دکھاوے کے لیے تو اپنا مال خرچ کرنا بھی حرام ہے پھر بے زبان لڑکی کا مال اس طرح خرچ کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے ؟ جو کچھ خرچ کریں موافق شرع کے خرچ کریں

اور وہ بھی اپنے مال سے نہ کہ لڑکی کے مہر سے، اس کے مال سے خرچ کرنا بلا اس کی اجازت کے ظلم ہے اس سے پوچھتے تک نہیں اور اس کا مال اُڑا دیتے ہیں۔

اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ وہ خاموش رہتی ہے یہی اجازت ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں، رواجی خاموشی مالیات کے بارے میں معتبر نہیں ہے، اُس کی رقم اُس کو دے دو اُس پر کسی قسم کا جبر نہ ہو اور بدنامی اور رواج کا ڈر نہ ہو پھر وہ خوشی سے جو کچھ آپ کو دے دے اُس کو اپنا سمجھ سکتے ہیں۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ شرعًا شادی میں کوئی خرچہ نہیں ہے ایجاب وقبول سے نکاح ہو جاتا ہے اس کے بعد رخصت کر دو، سواری کا خرچ شوہر دے گا جو اپنی بیوی کو لے جائے گا لڑکی یا اس کے ولی کے ذمہ کچھ بھی خرچہ نہیں آتا، رواجی بکھیڑوں اور نام ونمود کے قصوں نے خلافِ شرع کاموں میں لگا رکھا ہے۔ یوں کہنے والے بھی ملتے ہیں کہ ہم نے پیدائش سے لے کر آج تک خرچ کیا ہے وہ ہم نے وصول کر لیا، یہ بھی جاہلانہ جواب ہے کیونکہ شرعًا آپ پر اس کی پرورش واجب تھی اس لیے آپ نے اپنا واجب ادا کیا جس کی ادائیگی اپنے مال سے واجب تھی اُس کا عوض وصول کرنا خلافِ شرع ہے بلکہ خلافِ محبت ہے اور خلافِ شفقت بھی، گویا آپ جو کچھ اس کی پرورش پر خرچ کرتے آئے ہیں وہ ایک سودے بازی ہے اور ہے بھی بلا حساب جس کی لکھا پڑھی کچھ بھی نہیں، پندرہ بیس سال خرچ کر کے اس کے مال سے وصول کر لیں گے، اُدھار خرچ کر کے وصول کر لینا یہ تو غیر بھی کر دیتے ہیں آپ نے اپنی اولاد کے ساتھ کون سا سلوک کیا ؟

(۷) بغیر بلائے کسی دعوت میں پہنچ کر کھا لینا حلال نہیں ہے۔ اگر مروّت اور لحاظ کی وجہ سے کوئی منع نہ کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس خاموشی کو اجازت سمجھ لینا صریح غلطی ہے اور خود فریبی ہے اگر کوئی شخص چار آدمی بلائے اور پانچواں بھی ساتھ چلا جائے اور صاحبِ خانہ لحاظ میں کچھ نہ کہے تو زائد آدمی کا کھا لینا حرام ہے۔

(۸) بعض لوگ مذاق میں کسی کی چیز لے کر چل دیتے ہیں اور پھر سچ مچ رکھ لیتے ہیں حالانکہ جس کی ملکیت ہوتی ہے وہ خوشی سے اس کو دینے پر راضی نہیں ہوتا لہٰذا اس طرح لینا حرام ہے اگرچہ

صاحبِ خانہ لحاظ میں خاموش رہ جائے۔

(۹) عموماً رواج ہے کہ کسی کے مرجانے پر اُس کے مال سے فقراء اور مساکین کی دعوت کرتے ہیں اور اُس کے کپڑے وغیرہ خیرات کی نیت سے دے دیتے ہیں حالانکہ ترکہ تقسیم کیے بغیر ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اوّل تو سب وارث بالغ نہیں ہوتے اور جو بالغ ہوں اُن سب کا موجود ہونا ضروری نہیں ان میں بہت سے سفر میں یا ملازمتوں پر پردیس میں ہوتے ہیں مشترکہ مال میں سب کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا درست نہیں ہے اور رسمی طور سے رواجی اجازت کا اعتبار نہیں ہے۔

مال تقسیم کر کے ہر ایک وارث کا حصہ اُس کے حوالے کردو پھر وہ اپنی خوشی سے جو چاہے ایصالِ ثواب کے لیے شریعت کے مطابق بلا ریاکاری کے خرچ کردے۔ اور یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ نابالغ کی اجازت شرعاً معتبر نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے اجازت دے دے۔

(۱۰) بہت سے وارثین مرنے والے کے قرضے ادا نہیں کرتے خود ہی سب دبا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ مرنے والے پر ظلم ہے کہ وہ بے چارہ قرضوں کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں پکڑا جائے گا اور اپنے اُوپر بھی ظلم ہے کہ غیر مال پر قابض ہوگئے۔

شریعت کا قانون یہ ہے کہ ترکہ سے اولاً کفن دفن کے اخراجات کیے جائیں پھر اُس کے قرضے ادا کیے جائیں پھر باقی مال میں سے ایک تہائی کے اندر اس کی وصیت نافذ کی جائے (اگر اس نے وصیت کی ہو) اور بقیہ دو تہائی مال وارثوں کو شریعت کی تقسیم کے مطابق دے دیا جائے، اگر قرض ترکہ سے زیادہ یا ترکہ کے برابر ہو تو کسی وارث کو کچھ بھی نہ ملے گا یہ شریعت کا اصول ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ اگر قرضے ادا کر بھی دیے تو مرنے والے کی وصیت نافذ نہیں کرتے، مرنے والے کو اختیار ہے کہ قرضوں سے جو مال بچے اُس کے ایک تہائی میں وصیت کر سکتا ہے جب مرنے والا وصیت کردے تو وارثوں پر اُس کی وصیت نافذ کرنا واجب ہے۔ اس کی وصیت کے بعد جو مال بچے اس کو آپس میں تقسیم کریں البتہ ایک تہائی سے زائد میں وصیت نافذ کرنا واجب نہیں اور جو وصیت خلافِ شرع ہو اُس کا نافذ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے وصیت کی کہ دس ہزار روپے مسجد یا مدرسہ میں

دے دیے جائیں تو ادائیگی قرض کے بعد جو بچے اگر اُس کے ایک تہائی میں اِس کی گنجائش ہو تو وصیت کے مطابق مسجد و مدرسہ میں بقدرِ وصیت کے مال دے دیں، اگر ایک تہائی میں دس ہزار کی گنجائش نہ ہو اور بالغ ورثا اپنی خوشی سے اپنے حصہ سے دینا گوارا نہ کریں تو جس قدر ایک تہائی میں ہوسکتا ہو اُسی قدر دے دیں خود دبا کر نہ بیٹھ جائیں۔

فائدہ : اگر مرنے والے پر قرض نہ ہو تو کفن دفن کے بعد جو مال بچے اُس کے ایک تہائی میں وارثوں پر لازم ہے کہ مرحوم کی وصیت نافذ کردیں، لوگ دکھاوے کے لیے ایصالِ ثواب کے نام سے دیگیں تو کھڑکا دیتے ہیں لیکن وصیت نافذ نہیں کرتے اور قرضے ادا نہیں کرتے حالانکہ یہ چیزیں مرنے والے کا حق ہیں۔

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے لیکن سستی کرتے رہتے ہیں اور اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ مرض الموت دبا لیتا ہے یا اتنا بڑھاپا آجاتا ہے کہ حج کے سفر کے قابل نہیں رہتے، ان میں بعض لوگ وصیت کردیتے ہیں کہ ہماری طرف سے ہمارے مال سے حج کرا دیا جائے، ان کے فرض کی ادائیگی کے لیے ان کی وصیت پورا کرنا اور بعد ادائے قرضہ جات ترکہ کے ایک تہائی کے اندر اندر اُن کی طرف سے حج کرانا فرض ہے، وارثوں پر لازم ہے کہ اس کے گھر سے یا جہاں سے ایک تہائی میں گنجائش ہو تو حج بدل کے لیے آدمی بھیجیں۔

بعض وارثین پیسہ بچانے کے لیے مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ ہی سے حجِ بدل کرا دیتے ہیں جس میں تھوڑے سے ریال خرچ ہوتے ہیں، ایسا کرنے سے مرنے والے کی وصیت پوری نہیں ہوتی، پیسہ بچا کر خود رکھ لینا حرام ہے اور ایسا کرنے سے حجِ بدل کے اصول کے مطابق حج نہیں ہوتا، چاہیے تو یہ کہ وصیت نہ کی ہو تب بھی اولاد ماں باپ کی طرف سے اُن کے ترکہ سے بلکہ اپنے مال سے حج کرا دے اور ترکہ کے ایک تہائی سے حج نہ ہوسکتا ہو تو بخوشی اپنے سے مال سے ملا دے لیکن وصیت ہوتے ہوئے بھی وصیت کے مطابق ان کے حج پر خرچ نہ کرنا بڑا ظلم ہے۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

ترکی کے اہم تعلیمی وفد کی جامعہ مدنیہ جدید آمد

۲۲ اپریل بروز اتوار ترکی کے ایک اعلیٰ سطحی چار رکنی سرکاری وفد کی جامعہ جدید آمد ہوئی، اس تعلیمی وفد کی قیادت کلیۃ العلوم الاسلامیہ جامعہ السلطان محمد الفتح استنبول کے سربراہ الاستاذ المفتی حمدی ارسلان کر رہے تھے، ''خبیب فاؤنڈیشن'' اسلام آباد کے مفتی محمد عارف صاحب کی معیت اس وفد کو حاصل تھی ۔ وفد نے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب اور جامعہ کے اساتذہ سے ملاقات کی موجودہ عالمی حالات اور ترکی کے سابقہ اور حالیہ حالات پر طویل گفتگو ہوئی اور دنیا بھر میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے پر ترک قیادت کے دلیرانہ اقدامات کی اہلِ جامعہ نے بھر پور تحسین و تائید کی، بعد ازاں وفد کے قائد نے مسجد حامد میں طلباءِ جامعہ سے خطاب بھی فرمایا، اس سے قبل وفد کے اعزاز میں استقبالیہ خطبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے پیش کیا، خطبہ استقبالیہ اور تقریر کا اُردو ترجمہ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

حمد و صلوة کے بعد ہم آپ کو دل کی گہرائیوں سے مرحبا کہتے ہیں آپ نے اپنی تشریف آوری سے ہمیں مشرف فرمایا خصوصًا اِس جامعہ میں جس کا ترکی کے ساتھ ایک خاص تعلق اس طرح سے بنتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیرِ مالٹا کا خلافت ترکی سے ایک خاص تعلق تھا اسی سلسلہ میں انہوں نے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۴ء تک تحریکِ ریشمی رومال کی قیادت کی اسی پاداش میں اُن کو اُس دور میں جدہ سے گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا کی قید میں رکھا گیا اس میں ان کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عزیر گل کاکا خیلؒ اور ان کے دیگر رفقاء بھی شامل تھے قید میں تقریبًا پانچ سال کا عرصہ گزارا۔

اس دوران حضرت کو اُن ترک لیڈروں کے ساتھ جو اِسی حصولِ آزادی کے جرم کی پاداش میں وہاں قید تھے تبادلہ خیالات کا موقع ملا اور سارے حضرات اسی نتیجہ پر پہنچے کہ سب سے پہلے دیارِ مسلمین کو انگریز اٹلی اور فرانس کے پنجہ استبداد سے آزاد کرایا جائے، دیگر اُمور سے بعد میں نبٹا جائے گا۔

سقوطِ خلافت کے بعد حضرت شیخ الہند ترک لباس کو عربی لباس پر ترجیح دیتے تھے جبکہ دیگر علماء کرام بدستور عربی لباس ہی کو پسند کرتے تھے، مگر ان کی یہ نفرت عرب ہونے کی حیثیت سے نہیں تھی بلکہ صرف اُن نجدیوں سے تھی جنہوں نے خلافت سے غداری کی تھی نہ کہ عربوں سے بغض کی بناء پر، حضرت کی اسیری ہی کے زمانہ میں یہاں پر آپ کے شاگردوں نے خلافت کے حق میں تحریکِ خلافت شروع کی۔

تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے خصوصًا جس نے اُس دور کے ایک بڑے تاریخ دان حضرت مولانا محمد میاں صاحب والد گرامی حضرت مولانا سیّد حامد میاں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، کہ ترکی کا عالمِ اسلام کی خدمت میں ایک بڑا کردار رہا ہے یہاں تک کہ یہ خلافت ''خلافتِ ترکیہ'' کے نام سے مشہور ہوگئی گویا کہ ترکی ہی خلیفہ ہے نہ کہ کوئی فرد جبکہ اِس سے پہلے خلافت خلفاء کے ناموں سے مشہور تھی جیسے خلافتِ ہارون، خلافتِ مامون یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ سقوطِ خلافت کے بعد عالمِ اسلام کی ابتری بدستور آج تک جاری ہے اور آپ بہتر جانتے ہیں کہ اس پُرفتن دور میں ''ترکی'' ہی عالم اسلام کا واحد ملک ہے جو یہود و نصاریٰ اور عالمِ کفر و شرک کے سامنے سینہ سپر ہے خصوصًا رئیس ترکی طیب اُردگان یقینًا وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیثِ مبارکہ کا مصداق ہیں کہ

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''

اس وقت طیب اُردگان تمام عالمِ اسلام کے حکمرانوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں

کہ وہ ایسے تمام اختلافات بھلا کر ایک پلیٹ فارم پر آجائیں دینِ اسلام کی نصرت میں کسی خوف و ملامت کا شکار نہ ہوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے عملی نمونہ ثابت ہوں، ہم ایک عجیب چیز کی طرف اشارہ کرتے چلیں کہ بیت اللہ کی زیارت کے وقت جس طرح طبیعت پر اللہ کا رُعب طاری ہوتا ہے اسی طرح ترکوں کی قدیم عمارت کو دیکھ کر خلافتِ ترکی کی عظمت دلوں کو گھیرتی ہے اور مواجہہ اطہر کی زیارت کے وقت قلوب پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت جاگزیں ہونے کے ساتھ ترکوں کی قدیم عمارت دیکھنے سے خلافتِ عثمانیہ کے دور میں عالمِ اسلام کا حسن و جمال آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔

آخر میں ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہر میدان میں آپ کے ساتھ ہوں گے آپ ہمارے لیڈر ہم آپ کے تابع آپ ہمارے گھڑ سوار ہم آپ کا پیادہ لشکر، آپ ہمارے بادشاہ ہم آپ کے خدام۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی مرضیات نصیب فرمائے، آمین۔

ترکی وفد کے قائد کا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ !

میرے محترم بھائیوں جیسا کہ اشارہ کیا ہے مولانا فضیلۃ الشیخ [1] نے کہ ہمارے اور دیارِ ہند کے درمیان اہم تاریخی روابط کی طرف، جی ہاں ہم سب سے پہلے آپس میں بھائی بھائی ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

[1] یعنی شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب

حمد وثنا کے بعد، قابلِ صد احترام اساتذہ کرام و عزیز طلبہ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں دارُ الخلافہ استنبول کے عوام اور ترکی کے تمام شہروں اور جامع الفاتح محمد بن فاتح من جامعۃ السلطان کی طرف سے سلام پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں اور آپ سے اُمید کرتا ہوں کہ اِس سلام کو قبول فرمائیں گے۔ترکی کے تمام عوام آپ کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں، ہمیں پہلی دفعہ آپ کی شہروں کی زیارت نصیب ہوئی جو ہماری بہت زیادہ دلی خوشی کا باعث بنی، میں ذاتی طور اس سے پہلے ہندوستان جا چکا ہوں اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم اور مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہم کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں، تاریخ کی تناظر میں اہلِ ترکیہ کا برصغیر کے مسلمانوں سے قلبی تعلق کسی سے مخفی نہیں، خصوصاً جبکہ سو سال پیشتر تقریبًا یہاں کے علماء اور قائدین نے ترکی کی خلافت کے تحفظ کے لیے تحریکِ خلافت کا آغاز کیا، برصغیر کے تمام ملکوں پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان کی عوام نے اس میں حصہ لیا، اہلِ ترکی اس خلوص اور تعلق کو کبھی بھلا نہیں سکتے ،اسی تاریخی تناظر میں ترکی کی عوام اور برصغیر کی عوام میں ایک نہ ختم ہونے والا رشتہ وجود میں آیا لیکن ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور ہمارا حقیقی رشتہ اُخوتِ اسلامی کا رشتہ ہے، ہمارے ان تعلقات کی ایسی جڑیں ہیں جنہیں اُکھاڑا نہیں جا سکتا، اگر ہم آج سے نوے سال پہلے کی طرف لوٹ جائیں تو دیکھتے ہیں کہ سربیا کے دارُ الحکومت بالغراد سے ایک ریل گاڑی روانہ ہوتی ہے اور بلقان کے دار الخلافہ صوفیہ، استنبول، قونیہ، حلب،

دمشق اور بیت المقدس سے گزرتی ہوئی مدینہ منورہ پہنچتی ہے اور مسافر اُتر کر قبر شریف کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا ہے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہْ اُس سے کوئی نہ ویزے کے بارے نہ کوئی جنسیت نہ کوئی قوم کے بارے سوال کرتا ہے کیونکہ وہاں سب ایک برابر کے رشتے یعنی اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں اور سب ایک ہی ملک دارالخلافہ ترکیہ کے ماتحت ہیں اس کے بعد دشمن نے سازشوں سے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کیا مسلمان علاقوں کو مختلف سیاسی حدود میں تقسیم کر دیا لیکن ہم نے موجودہ حدود کو دل سے تسلیم نہیں کیا دشمن نے سمجھا کہ ترکی ختم ہو جائے گا اور ہمارا جیسا عقیدہ ہے کہ ''اَلْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ حَقٌّ'' موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے لہٰذا ہمارا دوبارہ اُٹھنا ایسا ہے کہ ہم مر کر زندہ ہوئے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس سے پہلے ہم عقیدہ اور نظریہ کے اعتبار سے مر چکے تھے ہم نے دوبارہ کروٹ لی اور ہم الحمد للہ اپنی اصل کی طرف لوٹ رہے ہیں، اس وقت ہمارے پاس تقریباً ایک ہزار ثانویہ تک دینی مدارس ہیں جن میں اسلامی علوم، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ کے ساتھ دوسرے عصری علوم فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، سیاسیات، معاشیات اور دیگر علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، اس کے علاوہ دیگر زبانوں فارسی، فرانسیسی، انگریزی وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے ان سے فارغ ہونے والے طلباء میں کچھ علم الٰہی یعنی دینی علوم کے شعبہ میں جاتے ہیں اور کچھ عصری شعبہ جات ڈاکٹری انجینئرنگ معاشیات وغیرہ میں بھی جاتے ہیں اس وقت وزیراعظم سے لے کر نچلے عملے تک تمام انہی تعلیمی اداروں سے فارغ ہیں، جناب وزیراعظم طیب اُردگان بھی انہی تعلیمی اداروں

سے پڑھ کر آئے ہیں ، میں نے اس جامعہ میں آکر بڑی خوشی محسوس کی ، آپ لوگ جید اساتذہ کے پاس بہت ہی اہم علوم کے حصول میں مشغول ہیں آپ لوگ جو علوم حاصل کررہے ہیں یقیناً بہت اہم ہیں لیکن اِس وقت دنیا سکڑ چکی ہے آپس میں تعاون بہت ضروری ہے ﴿ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ﴾ باہر کام کرنے کے لیے ، وہ جدید اسلحہ یعنی جدید تعلیم کی بھی ضرورت ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ تعلیم پر پوری توجہ دیں اور سو فیصد نمبر لینے کی کوشش کریں ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اِذَا عَمِلَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّتْقِنَ عَمَلَهٗ لفظ ''اتقان'' پر غور کریں امام سیوطیؒ کی ایک کتاب بھی ہے ''الاتقان فی علوم القرآن'' ''اتقان'' کا معنی ہے کہ اس میں کوئی نقص نہ چھوڑیں مثلاً ترکی میں کچھ عرصہ پہلے زلزلہ آیا جس میں بہت سی جدید عمارات ہسپتال سرکاری دفاتر تباہ ہوئے لیکن ہزاروں سال پرانی عمارتیں محفوظ رہیں تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ جدید عمارتوں میں ٹھیکے داروں نے کرپشن کی سریا سیمنٹ بیچا اور اس کی ساری وجہ عدم اتقان تھا جبکہ پرانی عمارتوں میں انہوں نے اتقان کے اصول پر عمل کیا۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں آپس کے باہمی روابط کی اشد ضرورت ہے، اس سے پہلے میں ہندوستان گیا وہاں دیوبند اور ندوۃ العلوم بھی گیا آپ سوچیں ان حضرات نے کس طرح کی محنتیں کی دیوبند میں قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنے تلمیذ محمود حسن رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر کتنا بڑا تعلیمی کارنامہ انجام دیا اسی طرح مولانا الیاس رحمہ اللہ نے عوام میں دینی تحریک شروع کی ، میں نے بہت سے ممالک میں سفر کیے لوگ دین اسلام کی طرف شدید پیاس رکھتے ہیں اُن تک دین کو پہنچانا بھی ہماری ذمہ داری ہے، نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دیں تو تمہارے لیے سرخ جانوروں سے بہتر ہے۔

میں آپ لوگوں سے اُمید رکھتا ہوں کہ جس طرح ہم لوگ یہاں آئے آپ لوگ بھی ترکی آئیں اس طرح ہمارے درمیان روابط مضبوط ہوں گے اور دشمن اپنی پالیسوں میں ناکام ہوں گے، میرے پاس ایک مرتبہ جدہ سے ایک آدمی آیا اُس نے مجھ سے ایک عجیب وغریب شہر کا نام لیا جس کو میں نہیں جانتا تھا اُس نے اس بارے میں ایک دُور دراز علاقہ کے بارے میں نشاندہی کی یہ شہر سائبریا کے وسط میں واقع ہے اور بتایا کہ وہاں ایک مسجد اور مدرسہ ہے میں نے کہا کہ وہاں مسجد و مدرسہ کن لوگوں نے تعمیر کیا اُس نے کہا بارہ سو سال پرانا ہے ،اب آپ سوچیں کہ صحابہ کرامؓ وہاں تک کس طرح پہنچے ہوں گے جبکہ اُس زمانہ میں موجودہ سفری سہولتوں کا تصور نہیں تھا جیسے ہمیں ترکی سے پاکستان آتے ہوئے پانچ گھنٹے لگے تو آپ ترکی کو اپنا ملک سمجھیں ہم نہیں کہتے کہ ترکی ہمارا ملک ہے بلکہ ہم کہتے ہیں تمام مسلمانوں کا ملک ہے اِس وقت سوریا کے لاکھوں مسلمان ترکی میں قیام پزیر ہیں اور ترکی کے عوام کے ساتھ برابری کی سطح پر رہ رہے ہیں۔

یہاں پر دو اہم چیزوں کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ ہمارے اُستاد ابو غُدّہ الفتاح[1] شام کے بہت بڑے محدث تھے اور ہر سال استنبول آتے تھے اور مختلف جامعات

---

[1] پاکستان تشریف آوری کے موقع پر حضرت والد ماجدؒ سے ملاقات کے لیے متعدد بار جامعہ مدنیہ تشریف لائے اور حضرتؒ کے علمِ حدیث، اصولِ حدیث، اسماء الرجال کی اِدراکیت اور عربیت کی مہارت سے بہت متاثر ہوئے، رحمہما اللہ تعالیٰ ۔محمود میاں غفرلہٗ

اور مدارس میں درس دیتے تھے فرماتے ہیں ہر وہ شخص جس کے لیے کوئی جلانے والی ابتداء نہ ہو اُس کا مستقبل روشن نہیں ہو سکتا اِسی طرح ابو غدہ ایک اور بات فرماتے تھے کہ

''وہ حق جو بغیر نظام کے ہو اُس پر نظام والا باطل غالب آجاتا ہے''

اب آپ دیکھیں کہ پاکستان اور ترکی کیوں آپس میں اکٹھے نہیں ہوتے کیونکہ دونوں کے اُوپر کوئی نظام نہیں جو دونوں کو جمع کرے، آپ طلبہ نے جو پڑھا ہے اس کی نشر و اشاعت ضروری ہے اور وہ بغیر نظام کے نہیں ہو سکتا، بس ضروری ہے کہ ہمارے درمیان روابط ہوں اور ایک دوسرے کے ہاں آمد و رفت ہوتا کہ آپ ہمیں اور ہم آپ کو سمجھیں۔

مجھے یہاں طلبہ کی کثیر تعداد دیکھ کر خوشی ہوئی، اللہ اس جامعہ پر اپنی رحمتیں کرے یہاں کے انتظام کرنے والوں کو اور سابقین کو جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی اپنی رضا سے نوازے، آپ لوگ رُوئے زمین پر انقلاب لانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے بیس سال کی مدت میں سارے عالم کا نقشہ تبدیل کر دیا، ہم اس دین کے خادم ہیں اور ہماری خدمت کے مطابق ہی ہماری شان بلند ہوگی، میں پاکستان میں آپ کی ترقی کے بہت امکانات دیکھ رہا ہوں ہمیں چاہیے کہ اِن امکانات کو اللہ کے دین کے غلبے اور پھیلانے کے لیے استعمال کریں، وفقنی اللّٰہ وایاکم لما یحب ویرضی.

ہم آپ کو بلادِ رُوم یعنی ترکی کی دعوت دیتے ہیں، وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

وفیات

۱۳؍ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ ۳۰؍ اپریل ۲۰۱۸ء کو حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے ، ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارف رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ، دارالعلوم اسلامیہ لاہور کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں اچانک انتقال فرما گئے ، اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ، آمین۔

۲۸؍ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ ۱۵؍ مئی ۲۰۱۸ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ، آمین۔

۲؍ رمضان المبارک کو پیر طریقت حضرت مولانا عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد ٹیکسلا میں رحلت فرما گئے ، اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی برکات کو دوام عطا فرمائے۔

۲؍ رمضان المبارک کو جدہ سعودی عرب میں الحاج ابوفرید صاحب کے بھائی وفات پا گئے۔

۳؍ رمضان المبارک کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا غلام اللہ صاحب عرف میواتی برادر کے والد صاحب وفات پا گئے۔

۶؍ رمضان المبارک کو جناب ذوالفقار عثمانی اور فرخ عثمانی صاحبان کی والدہ صاحبہ کراچی میں وفات پا گئیں۔

۱۰؍ رمضان المبارک کو جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا امان اللہ خان صاحب کے برادرِ نسبتی طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

۱۲؍ رمضان المبارک کو میاں جی سلیمان صاحب میواتی تقریبًا ایک سو بیس برس کی عمر پا کر کتلو ہی خورد ضلع قصور میں وفات پا گئے ، مرحوم تقریبًا پچاس برس قبل بڑے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں بطورِ خادم حاضر باش رہتے تھے بڑی محنت اور شوق سے گھر کا سودا سلف بھی بازار سے خرید کر لایا کرتے تھے ،

بزرگانِ دین کا بہت ہی اکرام کرتے تھے چھ سات برس قبل اِس پیرانہ سالی میں جامعہ مدنیہ جدید راقم کے پاس تشریف لائے آخر وقت تک تعلق کو بڑی خوش اسلوبی اور وفاداری سے نبھایا، انتہائی کمزوری کے باوجود بھی رمضان المبارک کے روزے نہیں چھوڑے اپنی آل اولاد کو دین سے جوڑے رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہتے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات نصیب فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

نافع

CERAAT

معاملات میں دین کے احیاء کو اپنی محنت کا میدان بنائیے

مفتیانِ کرام
کیلئے اہم موقع

بذریعہ

1. کسی بھی دارالافتاء کے شعبہ معاملات میں خدمات
2. کاروباری اداروں کے شریعہ ڈیپارٹمنٹ میں خدمات
3. ہسپتال اور خیراتی اداروں میں نظامِ زکوٰۃ کے شعبہ میں خدمات
4. "نافع" جیسے اداروں میں مستقل خدمات

ان تمام شعبوں میں عملی خدمات کی تیاری کے لئے "نافع" میں شمولیت اختیار کیجئے

فوائد

- کاروباری اداروں اور تجارتی مراکز تک رسائی کے ذریعہ فقہ الواقع کا علم اور فقہ الشرع کی عملی تطبیق۔
- مختلف قسم کے کاروباری اداروں کے شرعی تجزیہ کے ذریعے مارکیٹ کے عرف سے روشنائی اور خود اعتمادی میں اضافہ۔
- کارپوریٹ سیکٹر میں مطلوبہ صلاحیتوں کا ماہرین فنون کی سرپرستی میں حصول مثلاً اکاؤنٹنگ، کمپیوٹر، کارپوریٹ لاءز، مینجمنٹ سکلز وغیرہ
- معاملات میں عرب علماء کی فقہی تحقیق سے استفادہ کی سہولت اور علمی ترقی۔

"نافع" کا تعارف

- "نافع" 10 سال سے شعبہ معاملات میں احیائے دین کیلئے حضرت مفتی محمود الحسن شاہ مسعودی صاحب مدظلہ العالی اور مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں سرگرمِ عمل ہے۔
- "نافع" کی نظریاتی بنیادوں اور طریقہ کار کو پاک و ہند کے نامور علماء اور مفتی حضرات کی تائید حاصل ہے۔
- "نافع" 60 سے زائد اداروں کو خدمات فراہم کر چکا ہے۔
- "نافع" سے تربیت حاصل کرنے والے تجربہ کار مفتی حضرات متعدد کمپنیوں میں شریعہ کمپلائنس کی ذمہ داری سرانجام دے رہے ہیں۔

ماہانہ وظیفہ
15000
تک
حسبِ کوائف
و
استعداد

درج ذیل کوائف کے حامل افراد شمولیت کے لئے درخواست دے سکتے ہیں

- درسِ نظامی
- تخصص فی الافتاء

حتمی تقرری بذریعہ ٹیسٹ اور انٹرویو ہوگی۔

محدود نشستوں کی وجہ سے پہلے آنے والے حضرات کو ترجیح دی جائے گی اس لیے جلد رابطہ فرمائیں۔

اپنے کوائف پر مشتمل درخواستیں درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں اور کسی اہم موضوع پر تحقیقی فتویٰ یا مقالہ یا مضمون لکھا ہو تو وہ بھی ارسال فرمائیں۔

—— آخری تاریخ: 10 شوال ——

نافع: باب المستجاب مسجد، ٹیپو بلاک گارڈن ٹاؤن، لاہور۔

0322-4456244

www.naafey.com

naafey@gmail.com

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35399051 - 42 - 92+ 35399052 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

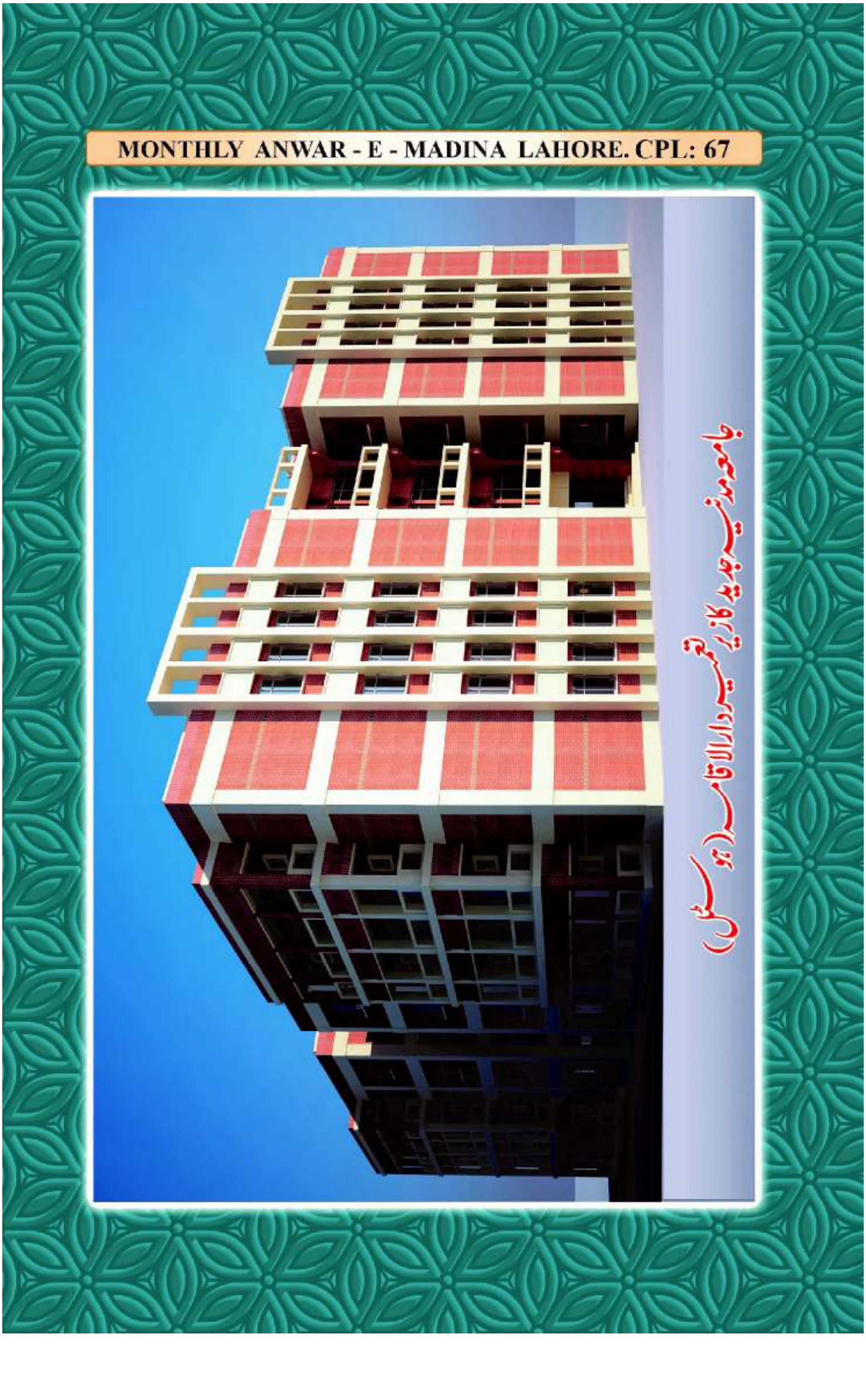
MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
جامعہ مدنیہ جدید کا زیرِ تعمیر دارالاقامہ (ہوسٹل)